با ادب با نصیب
بے ادب بے نصیب

بزرگوں
کے ہاتھ پاؤں چومنے
کی شرعی حیثیت

قرآن و حدیث کی روشنی میں

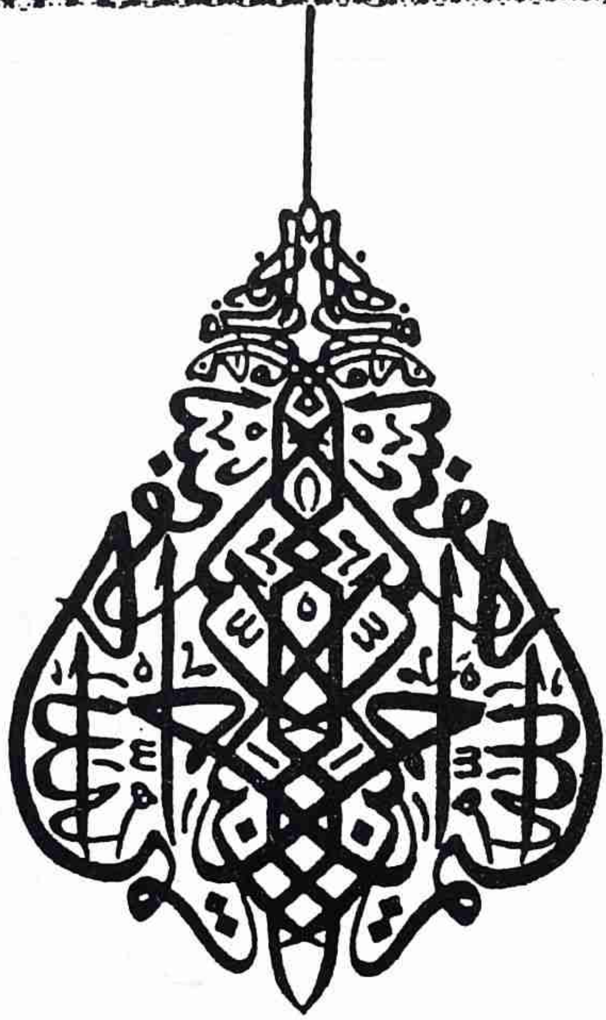


حافظ محمد زمان خان
چشتی سیالوی

بسم الله الرحمن الرحيم

الصلوٰة والسلام علیك یا سیدی یا رسول الله

وعلیٰ آلك واصحابك یا سیدی یا حبیب الله



أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

انتساب

سلطان العارفین امام العاشقین شیخ الکاملین
سید السالکین شیخ الاسلام و المسلمین
قمر الملۃ و الدین قاسم فیضان نبوت

حضرت خواجہ حافظ **محمد قمرالدین** سیالوی نور اللہ مرقدہ
کے حضور
جن کی نگاہ فیض سے ناقص کامل اور کامل رہنما بن گئے

کعبۃ العشاق ماند ایں مقام
ہر کہ ناقص آمد ایں جا شد تمام

یہ عاشقوں کا کعبہ ہے یہاں جو ناقص بھی آیا کامل بنا جن کے در کا میں ادنی سے ادنیٰ گدا ہوں

نازم بچشم خود کہ جمال او دیدہ است
افتم بپائے خود کہ بکوئے او رسیدہ است
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

امیدوار شفاعت محبوب کریم ﷺ
خاکپائے پیر سیال لجپال
حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیۡم

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنۡ تَوَلّٰی فَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡہِمۡ حَفِیۡظًا ؕ ۱؎

ترجمہ:

جس نے اطاعت کی رسول کی تو یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ کی اور جس نے منہ پھیرا تو نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان کا پاسبان بنا کر۔

(۱) سورۃ النساء: ۴/۸۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْم

قَالَ الْاِمَامُ مَالِکٌ –رَحِمَہُ اللّٰہُ :

کُلُّ اَحَدٍ یُوْخَذُ مِنْ قَوْلِہٖ وَیُتْرَکُ،اِلَّاصَاحِبَ هٰذَاالْقَبْرِ اَوْهٰذِهِ الرَّوْضَةِ– صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ

ترجمہ:

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہر ایک کا قول لیا بھی جا سکتا ہے اور رد بھی کیا جا سکتا ہے سوائے اس مکین گنبد خضراء–صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم– کے ارشاد مبارک کے کہ اسے کسی صورت میں رد نہیں کیا جا سکتا۔

–☆–

(۱) صلاح الامۃ: ۱۸۲/۲

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين



يا أيها النبي إنا أرسلناك شاهدا ومبشرا ونذيرا وداعيا إلى الله بإذنه وسراجا منيرا

نعت شریف

از حضرت خواجہ قمر الملت والدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

آں جملہ رسل ہادئ برحق کہ گزشتند — بر فضلِ تو اے ختمِ رسل دادہ گواہی

دَر خَلق و دَر خُلق توئی نیّرِ اعظم — لا تُدرک اوصافک لَم تُدرکماہی

یا احسنُ یا اجملُ یا اکملُ اکرم — واللہُ باخلاقک فی الملأ یُباہی

تو باعث تکوین معاشی و معادی — اے عبد الٰہ ہست مسلم تبو شاہی

عالم بہوا داریت از ہوش برفتہ — آہو شُدہ دریمّ و بصحرا شدہ ماہی

زآفاق پریدی وز افلاک گزشتی — درجاتک فی السدرۃ غیر المتناہی

اُمید بکرمت کہ مکارم شیم تست — مَن کیستم و چیست معاصی و تباہی

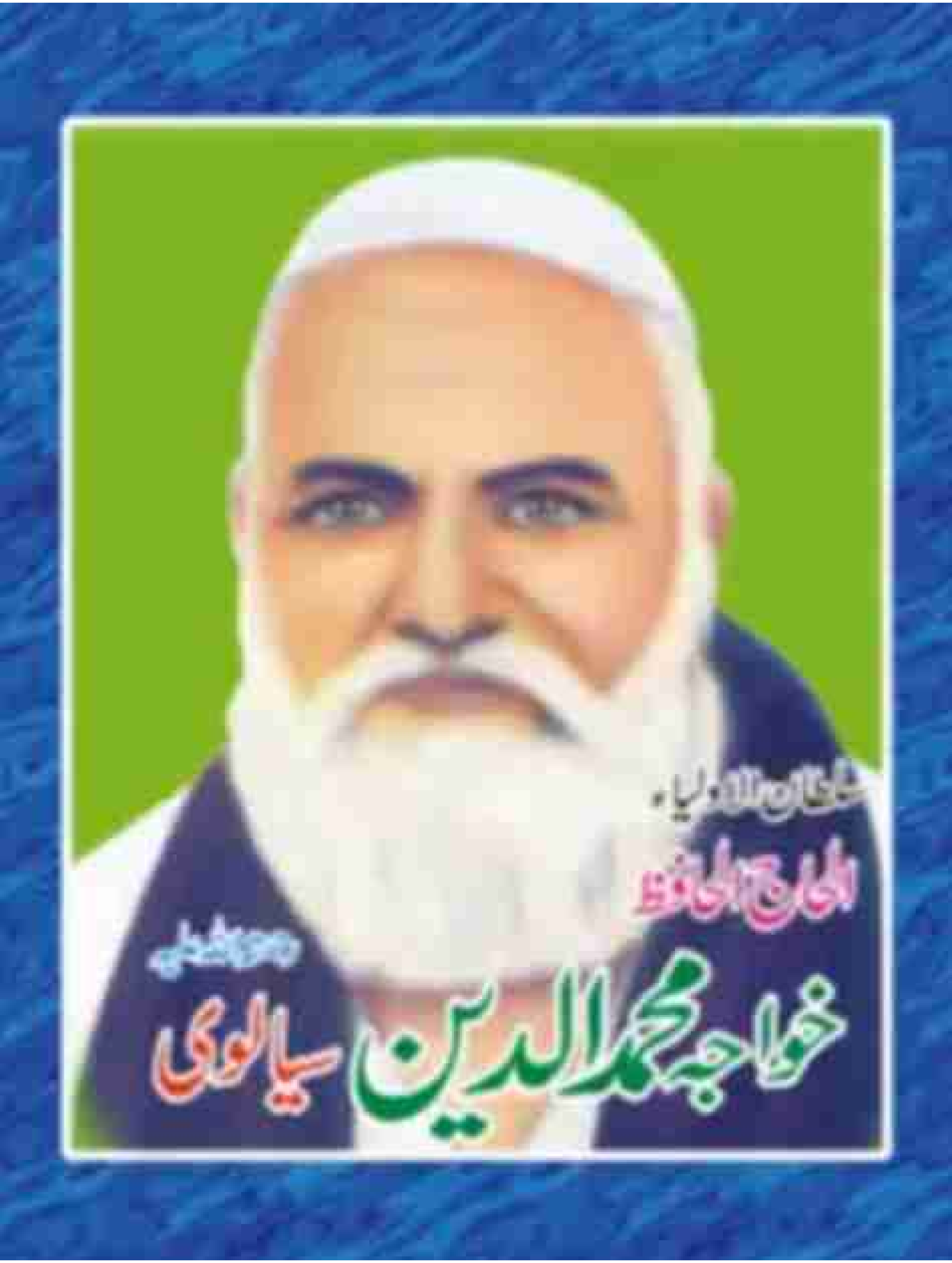
آئس نیم از فضل تو اے روحِ خداوند — نظرے کہ رباید ز قمر رَنج و سیاہی



پیر سیال لجپال حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی
رحمۃ اللہ علیہ اس شعر پر وجد میں آئے تھے۔

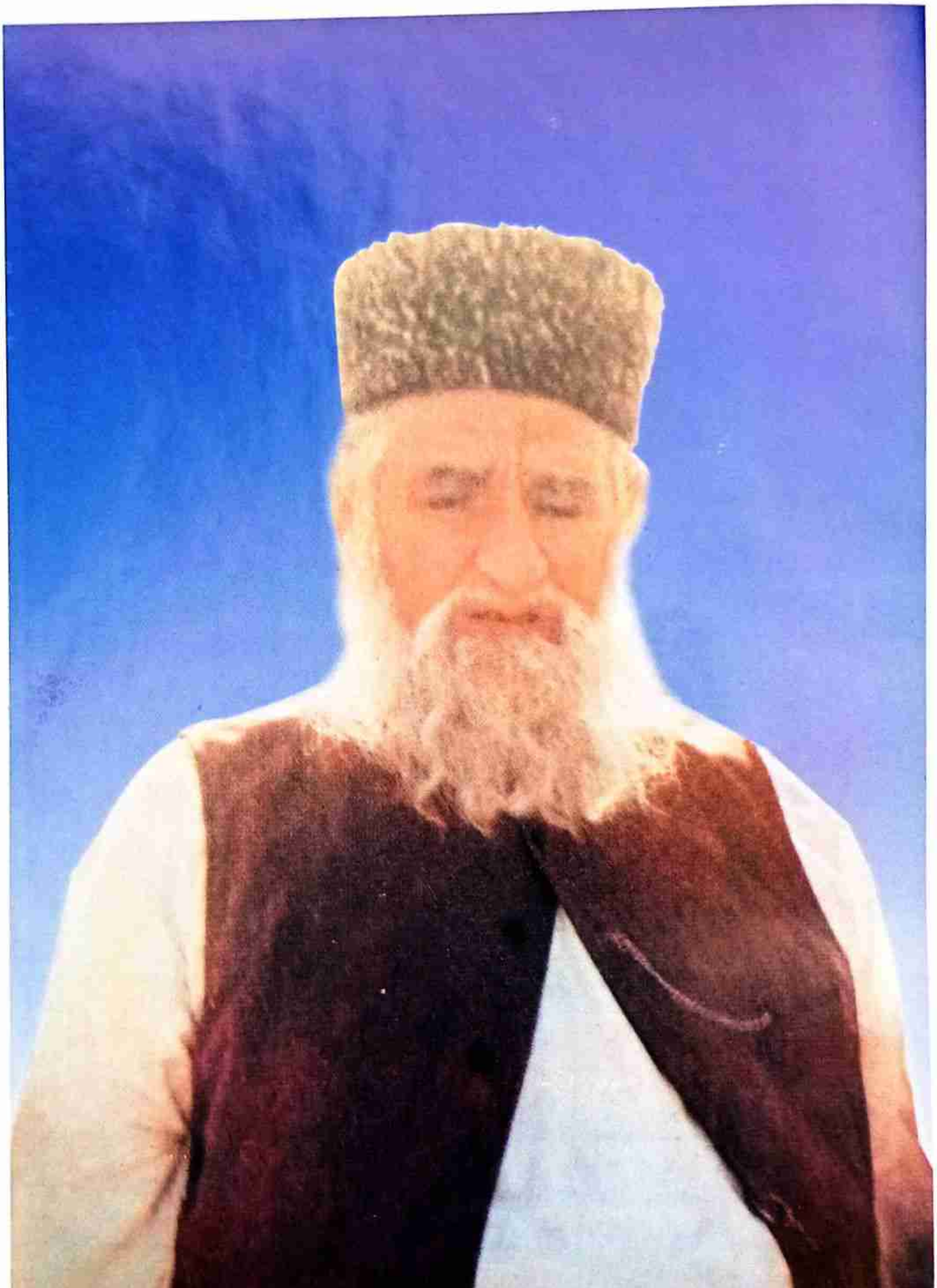
ذکرِ زلف ور خسارِ تو اے ماہ
ملائک ورد صبح شام کردند

(صاحبزادہ حافظ غلام قطب الدین سیالوی)

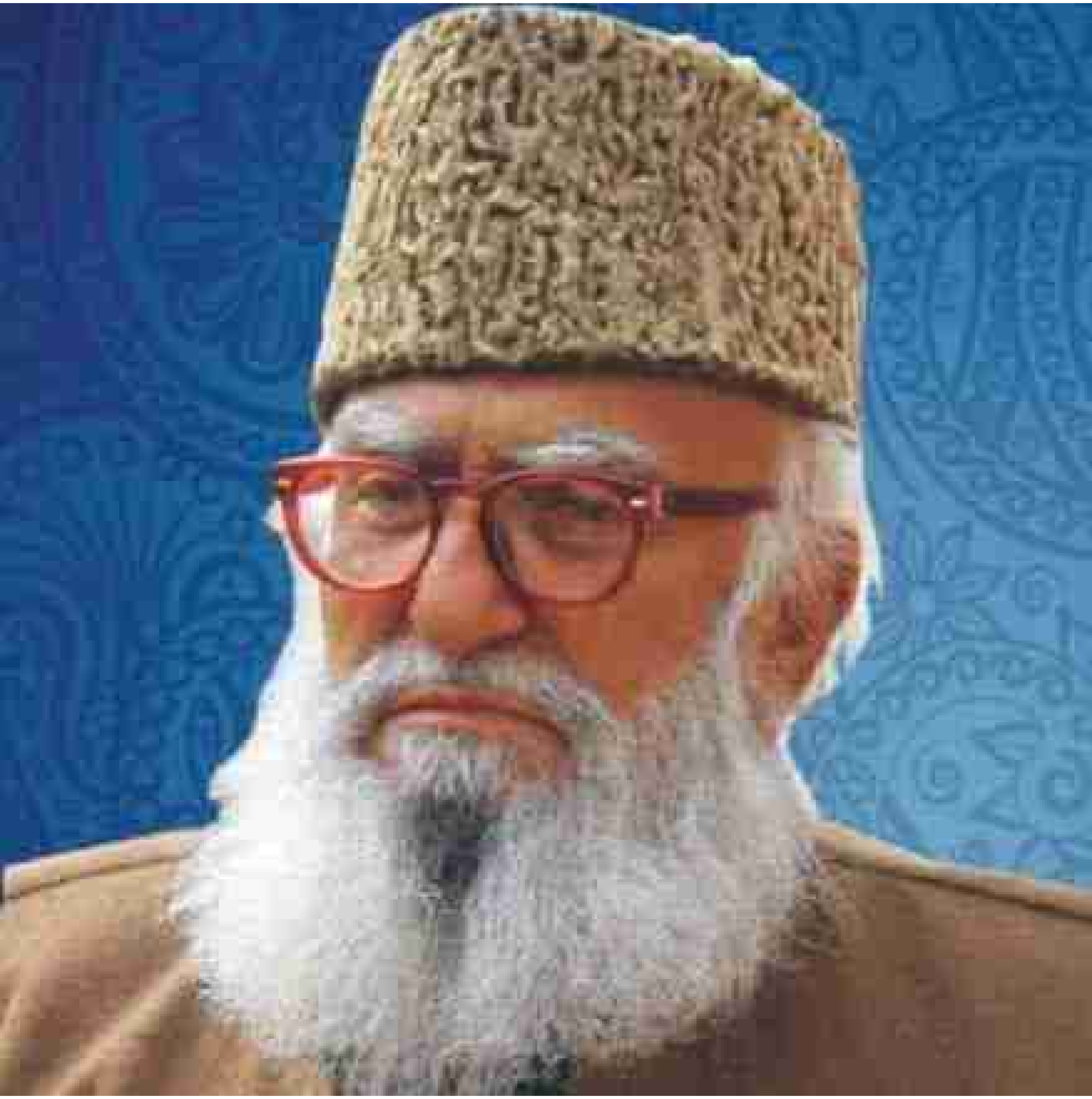

خواجہ محمد الدین سیالوی



خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین ثالث غریب نواز رضی اللہ عنہ



شیخ الاسلام حضرت علامہ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ





بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرۂ عالیہ

چشتیہ نظامیہ سیالویہ

باجازت

وارثِ نسبتِ پیرِ سیال ضیاءِ چشت

محمد ضیاء الحق سیالوی مدظلہ العالی

سجادہ نشین، آستانہ عالیہ سیال شریف

سرگودھا، پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اے خُدا! تُو اپنی ذاتِ کبریا کے واسطے
رحم کر مجھ پر محمّد مُصطفٰے ﷺ کے واسطے

مَیں ہوا ہوں سخت زار اِس بندِ محنت میں اسیر
کھول دے مُشکل علی رضی اللہ عنہ مُشکِل کُشا کے واسطے

خواجۂ بَصری حسَن رحمۃ اللہ علیہ کا نام لاتا ہوں شفیع
شیخ عبدُالواحِد رحمۃ اللہ علیہ اہلِ بقا کے واسطے

فضل کر مجھ پر طُفیلِ خواجۂ اِبنِ عِیاض رحمۃ اللہ علیہ
شاہِ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بَلخی باصفا کے واسطے

حضرتِ خواجہ حُذیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ٹک رحم کر
پھر ہُبَیرِ بَصری رحمۃ اللہ علیہ عِرفانِ ہُدا کے واسطے

خواجہ مُمشاد رحمۃ اللہ علیہ کی خاطر میرا دل شاد کر
شیخ بُواِسحاق رحمۃ اللہ علیہ قُطبِ چشتیہ کے واسطے

خواجہ ابدال احمد رحمۃ اللہ علیہ بُو مُحمّد رحمۃ اللہ علیہ مُقتَدیٰ
خواجہ بُویوسف رحمۃ اللہ علیہ جمالِ اَصفِیا کے واسطے

خواجہ مَودُودِ حق رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ حاجی شریف رحمۃ اللہ علیہ
خواجہ عثمان رحمۃ اللہ علیہ اہلِ اِقتِدا کے واسطے

ہو کرم ہندُ الوَلی خواجہ مُعینُ الدِّیں حسن ؒ
شیخ قطبُ الدّین ؒ قطبُ الاَتقِیا کے واسطے

کام کر شیریں طُفیلِ خواجۂ گنجِ شکر ؒ
اور نظامُ الدّین ؒ محبوبِ خدا کے واسطے

دل کو روشن کر طُفیلِ شہ نصیرُ الدّیں ؒ چراغ
اور کمالُ الدّیں ؒ کمالِ اَصفِیا کے واسطے

دُور کر ظُلمت سراجُ الدّین ؒ خواجہ کے لیے
اور عِلمُ الدِّیں ؒ سخی عِلمُ الہُدیٰ کے واسطے

حضرتِ محمود رحمۃ اللہ علیہ راجن سَرورِ دُنیا و دِیں
اور جمالُ الدّیں رحمۃ اللہ علیہ جَمَن اہلِ صَفا کے واسطے

شَہ حَسَن رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہؒ شَیخِ محمّد رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل
شیخ یحیٰی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ مَدَنی مُقتدیٰ کے واسطے

فضل کر مجھ پر طُفَیلِ شَہ کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ ولی
اور نظامُ الدّین رحمۃ اللہ علیہ مقبولِ خدا کے واسطے

دین و دُنیا کا وسیلہ پیرِ عالَم فخرِ دیں رحمۃ اللہ علیہ
خواجۂ نورِ محمّد رحمۃ اللہ علیہ رہنما کے واسطے

حضرتِ خواجہ سلیماںؒ دو جہاں کے دستگیر
قبلۂ حاجات ہر اِک مدّعا کے واسطے

کر کرم مجھ پر طُفیلِ خواجۂ عالی جناب
شیخ شمس الدینؒ شمسِ چشتیہ کے واسطے

شیرِ میدانِ وِلایت شیخ شمس الدیںؒ سیال
مقتدائے چشتیاں بحرِ صَفا کے واسطے

کر عِنایت کی نظر اے خالقِ ارض و سما
خود محمد دینؒ فیضانِ عطا کے واسطے

غوثِ اعظم حضرتِ ثالث، مجدّدِ دین کے
اُس ضیاءُ الدینؒ غازیٔ بے رِیا کے واسطے

فانی فی اللہ باقی باللہ شیخ قمرالدینؒ سیال
نورِ چشمِ مُصطفٰی نورِ ضیاء کے واسطے

حضرتِ حافظ حمید الدینؒ قمری کے طُفیل
کر عطا نورِ صفا اِس بو ضیاء کے واسطے

حضرتِ خواجہ ضیاء الحقّ حمیدی مدظلہ العالی کے طُفیل
کر کرم ہم پر ضیاءِ چشتیہ کے واسطے

بخش دے اپنی مَحبت قَطع کر دے ماسِوا
برکتِ پیرانِ شجرہ رضی اللہ عنہم چشتیہ کے واسطے

دعا بعد از شجرۂ مبارکہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ
وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ وَاَنْ تَغْفِرَ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْ، وَاِذَا اَرَدْتَّ
فِتْنَۃً فِیْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِیْ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ، وَاَسْاَلُکَ حُبَّکَ
وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ۔
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ۔

اعلامیہ

19 ذوالقعدہ ۱۴۴۰ھ 23 جولائی 2019ء بروز منگل بوقت 12:30 بجے دن

مقام تقریب: بنگلہ آستانہ مقدسہ سیال شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید الرسل وخاتم النبیین وعلی الہ واصحابہ واولیاء امتہ و
علماء ملتہ اجمعین وعلی من تبعھم باحسان الی یوم الدین امابعد

الحمدللہ! ہم اہلسنت وجماعت اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں اور اس کی ذات وصفات میں کسی کو اس کا ہمسر نہیں ٹھہراتے۔ اللہ کریم کو تمام عیوب ونقائص سے منزہ ومبرا اور تمام عظمتوں کا مالک سمجھتے ہیں۔ تمام کتب سماوی پر ایمان رکھتے ہیں۔ حیات بعد الموت، حشر ونشر اور جنت ودوزخ کو حق سمجھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ کا آخری نبی ماننے کے ساتھ ساتھ تمام سابقہ انبیاء ورسل سے افضل واعلیٰ سمجھتے ہیں اور سابقہ تمام انبیاء ورسل پر ایمان رکھتے ہوئے ان کی تعظیم وتوقیر بجالاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ کرام اور اہلبیت اطہار رضوان اللہ علیھم اجمعین سے بے پناہ محبت کو جزو ایمان سمجھتے ہوئے انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مانتے ہیں اور انہیں خلیفہ اول بلافصل خلیفۃ الرسول برحق مانتے ہیں۔ پھر حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ ثانی برحق، حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین کو خلیفہ ثالث برحق اور مولائے مرتضیٰ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ رابع مانتے ہیں۔ اور اسی ترتیب سے ان میں افضلیت تسلیم کرتے ہیں اور تمام صحابہ کرام میں سے کسی ایک کی عزت وعظمت کے خلاف اشارے، کنائے یا صراحت کے ساتھ طعن وتشنیع کرنے والے کو خارج اہلسنت سمجھتے ہیں اور اسی طرح اہلبیت اطہار سے بغض رکھنے والے ہر شخص کو خارج اہلسنت سمجھتے ہیں۔ مشاجرات صحابہ میں کف لسان (خاموشی) اور ان کے فضائل ومناقب کے بیان کو شعار ایمان (نشانی) سمجھتے ہیں۔

یہ تمام عقائد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ، آئمہ اہل بیت اطہار، اجلہ تابعین، آئمہ اربعہ: امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام شافعی، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت داتا گنج بخش، حضرت امام غزالی، شیخ محی الدین ابن عربی، امام عبدالوہاب شعرانی، شیخ فریدالدین عطار، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت الشاہ احمد رضا محدث بریلی، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضور خواجہ خواجگان بہار چشت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی، قدوۃ السالکین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی، حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رضی اللہ عنھم اجمعین جیسے اجلہ علماء ومشائخ سے ثابت ہیں۔ ان ہی عقائد کا مفصلاً تذکرہ اہلسنت کے عقائد کی کتب معتبرہ مثلاً فقہ اکبر، عقیدہ طحاویہ، کتاب الابانہ، شرح العقائد النسفیہ وغیرہ میں موجود ہے اور ان ہی عقائد پر ماتریدیہ اور اشاعرہ کا اتفاق ہے۔

پوری امت کی طرح یہی عقیدہ مشائخ چشت علیھم الرضوان کا بھی ہے اور اسی عقیدے کو وقت کی اہم ضرورت سمجھتے ہوئے اعلامیے کے طور پر
آستانہ مقدسہ سیال شریف کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے تاکہ مریدین ومتوسلین اور خلفاء کے لیے سند رہے۔

مشائخ عظام

- حضور امیر شریعت خواجہ حمیدالدین سیالوی (آستانہ مقدسہ سیال شریف)
- سید محمد نوید الحسن شاہ صاحب (مکھی شریف)
- پیرزادہ ابوالحسن محمد شاہ (آستانہ عالیہ بھیرہ شریف)
- پیر سید کرامت علی حسین شاہ (علی پور سیداں شریف)
- پیر محمد حسین بارہ صاحب (بارہ شریف ...)
- جناب پیر غلام رسول قاسمی صاحب
- حضرت صاحبزادہ حامد عزیز صاحب (آستانہ عالیہ مسکان شریف)
- سید شہزاد حسین شاہ (شرقپور شریف)
- سید فیض الحسن شاہ (مجھواں شریف)
- سید افتخار حیدر شاہ
- سید عمر طاہر شاہ (شاہ جیونہ)
- جناب فیض امین (موہیاں شریف)
- سید سلیم شاہ (حبس گیل)
- صاحبزادہ محمد بشیرالدین معظمی (قمرالعلوم گجرات)
- سید انیس حیدر شاہ صاحب (آستانہ عالیہ جلالپور شریف)
- مفتی سہیل احمد صاحب (دینہ جہلم)
- پیر محمد انور قریشی صاحب (پنڈ دادنخان)
- پیر سید علامہ ریاض الحسن شاہ صاحب (صدر جماعت اہلسنت چکوال)
- پیر محمد معظم الحق معظمی (سجادہ نشین خانقاہ معظمیہ)
- سید ممتاز احمد شاہ (چکوال)
- سید نصیرالدین شاہ صاحب
- سید حسن رضا شاہ
- قبلہ نور امین (چوکوڑی شریف)
- جناب مفتی شوکت صاحب
- سید علم الدین شاہ (خواجہ آباد شریف)



آستانہ عالیہ سیال شریف قریہ عظیمہ سیال شریف ضلع سرگودھا

وفورِ عشق

مآل جرم سے جب دل ہوا لرزیدہ لرزیدہ
تو رحمت نے کہا لا تقنطوا بخشیدہ بخشیدہ

نہیں بے وجہ آنکھیں سرخ دل رنجیدہ رنجیدہ
عیاں صورت سے ہے عشق نبی پوشیدہ پوشیدہ

رہے چرخ چہارم تک مسیحا، طور تک موسیٰ
گئے تا لامکاں محبوب حق طلبیدہ طلبیدہ

تعالیٰ اللہ رخسار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وہ تابانی!
ضیائے مہ جس کے سامنے کاہیدہ کاہیدہ

ہوا دیدار حق تم کو ہے "مازاغ البصر" شاہد
مگر موسیٰ (علیہ السلام) تو "ارنی" کہہ کے بھی نادیدہ نادیدہ

جسے چاہیں گے محشر میں خدا سے بخشوائیں گے
شفاعت نزد حق ہے آپ کے ورزیدہ ورزیدہ

غلامان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جلائے، ہو نہیں سکتا
جہنم، دیکھ کر ان کو ہے خود ترسیدہ ترسیدہ

محبان نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کچھ اس طرح آئیں گے محشر میں
نظر مخمور، دل مفتوں، قدم لغزیدہ لغزیدہ

شراب عشق احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جو متوالے ہیں اے زاہد
نہ دیکھیں حور یا فردوس کو دزدیدہ دزدیدہ

وفورِ عشق شہ یونسؔ جہنم کو بجھا دے گا
زہے قسمت کہ ان کی یاد ہو نم دیدہ نم دیدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنے کی شرعی حیثیت

اہل طریقت اپنے شیوخ طریقت سے والہانہ محبت وعشق اور ارادت وعقیدت کے پیش نظر اُن کے ہاتھوں، پاؤں کو بوسہ دیتے اور اَدب سے اُن کے سامنے سرنگوں رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اُن کے چاہنے والوں، دوست واحباب، اَعزّہ واقربا سے بھی محبت رکھتے ہوئے اُن کا اَدب واحترام بجالاتے ہیں علاوہ ازیں ان کے تبرکات بال ولباس کو بوسہ دیتے ہیں ان کے آستانوں کے درودیوار کو چومنا اور تعظیم کرنا اپنی سعادت مندی سمجھتے ہیں یہ سب کچھ حضور اکرم رسولِ مکرم ﷺ کے صحابۂ کرام کی اتباع کرتے ہوئے ان کی اقتداء کوملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے کرتے ہیں۔ صحابۂ کرام کی اقتدا کا حکم خودسرکار دوعالم نے فرمایا کہ:

اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّہِمِ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ۔

''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے کسی کے پیچھے چلو گے تو ہدایت پا لوگے۔'' (مشکوٰۃ شریف ص۵۴۶)

بوسہ کی اقسام:

(عالمگیری) کتاب الکراھیت باب ملاقات الملوک میں بوسہ کی اقسام کا ذکر اس

انداز سے ہے کہ:

اِنَّ تَقْبِیْلَ عَلٰی خَمْسَۃِ اَوْجُہٍ قُبْلَۃُ الرَّحْمَۃِ کَقُبْلَۃِ الْوَالِدِ وَلَدَہٗ وَقُبْلَۃُ التَّحِیَّۃِ الْمُؤْمِنِیْنَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ وَقُبْلَۃُ الْمَوَدَّۃِ کَقُبْلَۃِ الرَّجُلِ اَخَاہُ وَقُبْلَۃُ الشَّھْوَۃِ کَقُبْلَۃِ الرَّجُلِ اِمْرَاتَہٗ وَزَادَ بَعْضُھُمْ قُبْلَۃُ الدِّیَانَۃِ وَھِیَ قُبْلَۃُ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ۔

ترجمہ: بوسہ لینا پانچ طرح کا ہے رحمت کا بوسہ جیسے باپ اپنے فرزند کو چومے ملاقات کا بوسہ جیسے کہ بعض مسلمان بعض کو دیں۔ شفقت کا بوسہ جیسے کہ فرزند اپنے ماں باپ کو دیں دوستی کا بوسہ جیسے کوئی شخص اپنے دوست کو بوسہ دے شہوت کا بوسہ جیسے کہ شوہر اپنی بیوی کا بوسہ لے بعض نے زیادہ کیا دین داری کا بوسہ اور وہ سنگ اسود کا چومنا ہے۔

اب مختصر طور پر ان پانچ اقسام کی وضاحت کرتا ہوں۔

نمبر۱: بوسۂ رحمت:

یہ وہ بوسہ ہے جو بزرگ لوگ، والدین بوجہ پیار بچوں کو دیتے ہیں بچوں اور اولاد کو بوجہ محبت چومنا جائز ہے اولاد کو حضور ﷺ نے ریحان فرمایا ہے، ریحان خوشبودار پھول کو کہتے ہیں اس لیے کہ جس طرح پھول کی خوشبو سے سرور ملتا ہے ایسے ہی بچوں کو دیکھ کر خوشی محسوس ہوتی ہے اور مزید اُنسیت پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے حضور اکرم ﷺ نے بچوں کو بوسہ دینے کے متعلق ترغیب دلائی ہے۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِصَبِیٍّ فَقَبَّلَہٗ فَقَالَ اَمَا اِنَّھُمْ مَبْخَلَۃٌ مَجْبَنَۃٌ وَاِنَّھُمْ لَمِنْ رَیْحَانِ اللّٰہِ۔

''حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک بچے کو لایا گیا آپ ﷺ نے اُسے بوسہ دیا اور فرمایا یہ بخیل اور بزدل بنانے والے ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی خوشبودار فصل سے ہے۔'' (شرح السنۃ)

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِیْ بَکْرٍ اَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ فَاِذَا عَائِشَۃُ بِنْتُہٗ مُضْطَجِعَۃٌ قَدْ اَصَابَھَا حُمّٰی فَاَتَاھَا اَبُوْبَکْرٍ فَقَالَ کَیْفَ اَنْتِ یَا بُنَیَّۃُ وَقَبَّلَ خَدَّھَا۔

''حضرت براءؓ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں آنے پر میں پہلی دفعہ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ اندر داخل ہوا تو ان کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ لیٹی ہوئی تھیں جنھیں بخار ہو رہا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ ان کے پاس گئے اور فرمایا ننھی بیٹی کیا حال ہے اور ان کے رخسار پر بوسہ دیا۔ (ابوداؤد)

حضرت ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ ابْنِ مَظْعُوْنٍ وَھُوَ مَیِّتٌ

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے عثمان بن مظعون کو بوسہ دیا حالانکہ ان کا انتقال ہو چکا تھا۔''

نمبر۲: اولاد کا بوسہ دینا اپنے والدین کو:

بوجہ محبت اولاد بھی اپنے والدین کا بوسہ لے سکتی ہے اور والدین کے ہاتھ کو بوسہ دینا از راہِ ادب بھی ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہؓ بسا اوقات حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ کو پکڑ کر بوسہ دیتی تھیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهَ سَمْتًا وَّهَدْيًا وَّدَلًّا وَّفِيْ رِوَايَةٍ حَدِيْثًا وَّكَلَامًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا فَأَخَذَ بِيَدِهَا فَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِيْ مَجْلِسِهٖ وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ إِلَيْهِ فَأَخَذَتْ بِيَدِهٖ فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِيْ مَجْلِسِهَا۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے ہیئت، عادت اور صورت میں' ایک اور روایت میں ہے کہ بولنے اور گفتگو کرنے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فاطمہؓ سے بڑھ کر مشابہت رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ ان کے لیے کھڑے ہو جاتے اور ان کا ہاتھ پکڑتے اور اسے بوسہ دیتے اور اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتے۔ جب آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ آپ ﷺ کے لیے کھڑی ہو جاتیں۔ آپ ﷺ کا دست مبارک پکڑ کر اسے بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتیں۔ (ابوداوٗد)

دست بوسی وقدم بوسی:

اسی طرح صحابہ کرام کے عمل سے بھی دست بوسی وقدم بوسی کا جواز ملتا ہے مشکوٰۃ شریف بالمصافحہ والمعانقہ فصل ثانی میں ہے:

وَعَنْ ذِرَاعٍ وَّكَانَ فِيْ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَّوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهٗ۔

ترجمہ: ''حضرت ذراع سے مروی ہے اور یہ وفد عبدالقیس میں تھے فرماتے ہیں کہ جب

ہم مدینہ منورہ آئے تو اپنی سواریوں سے اُترنے میں جلدی کرنے لگے پس ہم حضور علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے۔''

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے روانہ کیے ہوئے لشکر میں مجاہد کی حیثیت سے شریک تھا لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ اس سریہ میں کچھ لوگ دشمن سے مقابلہ میں بھاگ پڑے اور میں بھی اُن میں شامل تھا۔ آخر کار ہم لوگوں نے خیال کیا کہ اس طرح بھاگنے سے تو ہم پر غضب الٰہی ہو گا اب کیا کیا جائے، ہم لوگوں نے یہ طے کیا کہ مدینہ شریف پہنچ کر توبہ کرلیں اور حضور کی خدمت میں خود کو پیش کر دیں۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں آ کر ہم لوگ نمازِ فجر سے پہلے ہی کاشانۂ نبوت پر پہنچ گئے۔ حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ہم بھاگنے والے خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم بھگوڑے نہیں ہو بلکہ تم دوبارہ پلٹ کر حملہ کرنے والے ہو۔ یہ سن کر ہم آپ ﷺ کے قریب پہنچے اور آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔

روایت ہے حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح جب حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو انھوں نے حضرت عمرؓ کی دست بوسی کی۔ اسی طرح حضرت المرثد الفتویؒ سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سواریوں سے اُتر کر ہم نے حضور ﷺ کی دست بوسی کی۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضور ﷺ کی قدم بوسی کرنا:

بر موقعہ معراج النبی ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام ملائکہ کی جماعت کو ہمراہ لانا اور رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ہونا کہ حکم الٰہی کے مطابق حضور ﷺ کو اپنے ساتھ بسلسلۂ معراج لے جائیں جب حاضر خدمت ہوتے ہیں تو حضور ﷺ محو استراحت ہیں دست بستہ کھڑے سوچ رہے ہیں اگر جگایا تو بےاَدبی ہے اور اُدھر اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے۔

اتنا سوچ ہی رہے تھے اللہ رب العزت نے فرمایا کہ:

يَاجِبْرِيْلُ قَبِّلْ قَدَمَيْهِ

''اے جبرائیل (میرے محبوب) کے دونوں پاؤں کو چوم لو۔''

اس کے بعد فوراً حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کی قدم بوسی کی اور سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنی چشمان مبارک کو کھولا۔ جبرائیل علیہ السلام نے فوراً سلام عرض کیا اور ساتھ ہی عرض کیا:

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَاقَ إِلٰى لِقَائِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

''بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔''

ن

فوائد الفوائد (کتاب) حصہ چہارم میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت شیخ فرید الدینؒ کی زبانی سنا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ ابوالخیر ابوسعیدؒ سوار کہیں تشریف لے جارہے تھے ایک مرید جو کہ پیدل آرہا تھا اُس نے آکر شیخ صاحب کے گھٹنے پر بوسہ دیا شیخ صاحب نے فرمایا ذرا نیچے۔ مرید نے پاؤں پر بوسہ دیا پھر فرمایا: ذرا نیچے مرید نے گھوڑے کے سموں کو بوسہ دیا پھر فرمایا: ذرا نیچے مرید نے زمین پر بوسہ دیا پھر شیخ نے فرمایا: میں جو ہر بار تجھے کہتا تھا کہ ذرا نیچے تو میری مراد ہرگز نہ تھی کہ تو مجھے چومے بلکہ تیرے درجے کی ترقی مراد تھی۔

اس واقعہ سے جہاں قدم بوسی کا انتہائی درجہ ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیوخِ عظام نہیں چاہتے کہ ہمارے سامنے جھکا جائے قدم بوسی ہو یا ہماری سواری کی قدم بوسی ہو۔ مگر صرف اور صرف مرید کی بہتری کے لیے منع نہیں فرماتے کیونکہ اس سے مرید میں سے تکبر ختم ہوتا اور نفس کشی ہوتی ہے۔ عجز وانکساری کی صفت پیدا ہوتی اور

اظہارِ محبت ہوتا ہے۔

نمبر۳: بوقت ملاقات:

ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت مصافحہ اور معانقہ کرنا یا کسی کی پیشانی پر بوسہ دینا جائز ہے بشرطیکہ نفسانی خواہشات اُبھرنے کا اندیشہ نہ ہو۔

حضرت اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَأَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهٗ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُهٗ عُرْيَانًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ فَاعْتَنَقَهٗ وَقَبَّلَهٗ۔

ترجمہ: ''حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت زید بن حارثہ جب مدینہ منورہ میں آئے تو رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے۔ انھوں نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو رسول اللہ ﷺ ان کی طرف ننگے پاؤں اور کپڑے گھسیٹتے ہوئے کھڑے ہوئے خدا کی قسم میں نے اس سے پہلے یا اس کے بعد آپ ﷺ کو اس طرح کھلے بدن نہیں دیکھا آپ نے اُن سے مصافحہ کیا اور انھیں بوسہ دیا۔'' (ترمذی)

نمبر۴: نفسانی محبت:

نفسانی خواہش کے پیش نظر صرف کوئی مرد اپنی منکوحہ کو خلوت میں بوسہ دے سکتا ہے جو کہ شرعاً جائز ہے۔ علاوہ اس کے کسی غیر منکوحہ عورت کو بوسہ دینا یا بوجہ غلبۂ نفسانی خواہشات جسم کو مَس نہیں کرسکتا۔

نمبر۵: بوسہ حجرِ اسود:

حجرِ اسود کو بوسہ دینا سنت رسول ﷺ ہے۔ دوران طواف حجرِ اسود کو بوسہ دینا

ضروری ہے اس کے بغیر طواف نہیں ہوگا اگر زیادہ ہجوم کی وجہ سے بوسہ نہ دیا جا سکے تو ہاتھ سے چھو کر ہاتھ چوم لیا جائے ہاتھ نہ پہنچ سکے تو ہاتھ کا اشارہ کر کے ہاتھ کو بوسہ دے لیں، اس بوسے کو دینداری کا بوسہ بھی کہا جاتا ہے۔

بخاری شریف میں ہے:

عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ. فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ۔

ترجمہ: ''حضرت زبیر بن عربیؒ روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ حجرِ اسود کا استلام کرتے اور اس کو بوسہ دیتے تھے۔''

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمرؓ کے ابتدائی دورِ خلافت میں ان کے ساتھ حج کیا۔ آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے حجرِ اسود کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا کہ یقیناً تو ایک پتھر ہے جو نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ اس پر حضرت علیؓ نے کہا۔ اے امر المومنین یوں نہ فرمائیں یہ پتھر اللہ تعالیٰ کے اِذن سے نفع اور نقصان پہنچا سکتا ہے اور اگر یہ واقعہ نہ ہوتا کہ آپ قرآنِ پاک پڑھے نہ ہوتے اور اس کے علوم سے واقف نہ ہوتے تو میں یہ جرأت نہ کرتا۔ حضرت عمرؓ فرمانے لگے اے ابوالحسن کتاب اللہ میں یہ مضمون کہاں ہے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى۔

ترجمہ: ''اور جب کہ آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے اُن کی اولاد کو نکالا اور ان

سے انہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں۔'' (پارہ ۹ سورہ الاعراف آیت ۱۷۲)

جب لوگوں نے اپنی بندگی کا اقرار کرلیا تو ان کا اقرار ایک دستاویز میں لکھ کر اس پتھر کو بلایا اور وہ تحریر اس کے اندر لقمہ کی طرح ڈال دی تو یہ اللہ تعالیٰ کا امین ہے۔ جو شخص اپنے اس عہد کو پورا کرے گا قیامت کے دن یہ پتھر اس کے حق میں گواہی دے گا حضرت عمرؓ فرمانے لگے ابوالحسن اللہ نے تمھیں خوب علم عطا کر رکھا ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

اس واقعہ میں خصوصی طور پر اس بات کی تصدیق کی گئی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کی عقیدت محبت کا ایک انداز یہ بھی رہا ہے کہ:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى الْمِنْبَرِ الَّذِىْ مَجْلِسَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِى الْخُطْبَةِ ثُمَّ يَضَعُهَا عَلٰى وَجْهِهٖ۔

ترجمہ: جس منبر پر حضور علیہ السلام خطبہ فرماتے تھے اس پر حضرت ابن عمر اپنا ہاتھ لگا کر منہ پر رکھتے تھے (چومتے تھے) (شفا شریف)

قُبْلَةُ الدِّيَانَةِ لِلْحَجَرِ الْاَسْوَدِ وَتَقْبِيْلُ عَتْبَةِ الْكَعْبَةِ تَقْبِيْلُ الْمُصْحَفِ قِيْلَ بِدْعَةٌ لٰكِنْ رُوِىَ عَنْ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَاْخُذُ الْمُصْحُفِ كُلَّ غَدَاةٍ وَّيُقَبِّلُهٗ وَاَمَّا تَقْبِيْلُ الْخُبْزِ فَجَوَّزَ الشَّافِعِيَّةُ اَنَّهٗ بِدْعَةٌ مُّبَاحَةٌ وَّقِيْلَ حَسَنَةٌ مُلَخَّصًا۔

ترجمہ: ایک بوسہ دینداری کا ہے وہ حجرِ اسود کا بوسہ کعبہ شریف کی چوکھٹ کا بوسہ ہے قرآنِ پاک کو چومنا بعض لوگوں نے بدعت کہا ہے۔ مگر عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ہر صبح کو قرآنِ پاک ہاتھ میں لے کر چومتے تھے اور روٹی کا چومنا اس

کو شافعی نے جائز فرمایا کہ یہ بدعت جائز ہے اور بعض نے اس کو بدعت حسنہ کہا ہے۔ (درمختار)

درمختار جلد پنجم کتاب الکراہیت آخر باب الاستبراء بحث مصافحہ میں ہے:

وَلَا بَأْسَ بِتَقْبِيْلِ يَدِ الْعَالِمِ وَالسُّلْطٰنِ الْعَادِلِ

ترجمہ: ''عالم اور عادل بادشاہ کے ہاتھ چومنے میں حرج نہیں۔''

حکایت:

ایک روز حضرت زید بن حارثؓ سواری پر سوار ہو رہے تھے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ تشریف لائے اور آگے بڑھ کر حضرت زید کی سواری کی رکاب تھام لی اور فرمایا کہ ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ اپنے علماء کرام کے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں۔ یہ سنتے ہی حضرت زید بن حارثؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور بوسہ دے کر فرمایا کہ ہم کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ ہم آلِ بیت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں۔ (نزہۃ المجالس جلد دوم ص ٦٨)

اس مضمون میں نہایت وضاحت اور دلائل کے ساتھ دست بوسی سرکارِ دو عالم، پھر حضور علیہ السلام کے عمل سے بوسہ اور صحابہ کرام کا حضور علیہ السلام کی دست بوسی و قدم بوسی کرنا۔ صحابہ کرام کا آپس میں دست بوسی اور علماء و مشائخ کے واقعات اور ان کے عمل سے لکھا جا چکا ہے اب کچھ تبرکات کی تعظیم کے بارے میں رقم کرتا ہوں۔

قرآنِ پاک میں ارشادِ خداوندی ہے کہ:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔

ترجمہ: اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔'' (سورہ الحج

آیت۳۲۔پ۱۷۔ع۱۱)

آیت مبارکہ میں دلوں کی پرہیزگاری کی دلیل بیاں ہوئی ہے کہ متقی لوگ ہی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم وتوقیر کریں۔ یہ بات اس انداز سے بھی ہوسکتی ہے کہ اللہ رب العزت کی نشانیوں کی تعظیم کرنے والے ہی متقی ہوسکتے ہیں قرآن پاک سرچشمہ ہدایت ہے اور اللہ تعالیٰ نے تخصیص سے بیان فرمادیا کہ:

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

''ہدایت ہے متقین کے لیے۔''

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے شائراللہ کی تعظیم کرنے والے ہدایت پر ہیں۔ظاہری عبادات تو ظاہر جسم کا تقویٰ ہے اور دل میں بزرگوں اوران کے تبرکات کی تعظیم ہونا دل کا تقویٰ ہے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کو عظمت والے سے نسبت ہوجائے وہ شعائراللہ بن جاتی ہے۔صفا،مروہ پہاڑوں کوسیدہ حاجرہؓ کے قدموں سے نسبت ہوجاتی ہے توفرمانِ الٰہی ہوتا ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (پارہ۲،البقرہ ع۳)

''بے شک صفااورمروہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں۔''

اور جو چیزیں قابل تعظیم ہوتی ہیں اللہ رب العزت ان کی تعظیم وتوقیر کودین میں داخل فرمالیتا ہے جیسا کہ صفااور مروہ کو سعیٔ حج شامل فرمایا ہے سعی نہ کرنا گناہ ہے اوراس لیے کہ صفااورمروہ کی سعی کوواجب قرار دیا ہے۔تفسیر روح البیان میں ہے کہ بزرگوں کی قبریں بھی شعائر اللہ ہیں اور جن لوگوں کو اللہ کے پیاروں سے نسبت ہو جائے وہ سب شعائراللہ ہیں۔

شرح بخاری لابن حجر پارہ ششم صفحہ نمبر۱۵ میں ہے:

اِسْتَنْبَطَ بَعْضُهُمْ مِنْ مَشْرُوْعِيَّةِ تَقْبِيْلِ الْاَرْكَانِ جَوَازَ تَقْبِيْلِ كُلِّ مَنْ يَّسْتَحِقُّ الْعَظْمَةَ مِنْ اٰدَمِيٍّ وَغَيْرِهٖ نُقِلَ عَنِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ اَنَّهٗ سُئِلَ مَنْ تَقْبِيْلِ مِنْبَرِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَتَقْبِيْلِ قَبْرِهٖ قَالَ فَلَمْ يُرْبِهٖ بَاْسًا دَّ نُقِلَ عَنْ اِبْنِ اَبِی الصِّنْفِ الْيَمَانِیْ اَحَدِ عُلَمَاءِ مِلَّةٍ مِّنَ الشَّافِعِيَّةِ جَوَازَ تَقْبِيْلِ الْمُصْحَفِ وَاَجْزَاءِ الْحَدِيْثِ وَقُبُوْرِ الصّٰلِحِيْنَ مُلَخَّصًا۔

ترجمہ: ارکان کعبہ کے چومنے سے بعض علماء نے بزرگان دین وغیرہم کے تبرکات کا چومنا ثابت کیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ حضور علیہ السلام کا منبر یا قبرانور چومنا کیسا ہے۔ فرمایا کوئی حرج نہیں اور ابن ابی الصنف یمانی سے جو کہ مکہ کے علماء شافعیہ میں سے ہیں منقول ہے۔ قرآن پاک اور حدیث شریف کے اوراق اور بزرگانِ دین کی قبریں چومنا جائز ہے۔

اور شیخ علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

اِسْتَنْبَطَ بَعْضُ الْعَارِفِيْنَ مِنْ تَقْبِيْلِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ تَقْبِيْلَ قُبُوْرِ الصَّالِحِيْنَ۔

”حجرِ اسود کے چومنے سے بعض عارفین نے بزرگانِ دین کی قبروں کا چومنا ثابت کیا ہے۔“

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ
سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ
تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ: اور فرمایا واسطے اُن کے نبی نے اُن کے کہ تحقیق نشانی ان کے ملک کی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون ے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اُسے فرشتے بے شک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لیے اگر ایمان رکھتے ہو۔" (سورہ بقرہ پ۲۔ع۱۶)

قرآنِ پاک کی اس آیت مبارکہ کا مفہوم اور خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت اشمویل علیہ السلام سے عرض کیا کہ طالوت کی سلطنت کا کوئی ظاہر نشان بھی دیکھایئے (طالوت کی بادشاہت کا تذکرہ اس آیت سے پہلی آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ منتخب فرمایا ہے اس بات کی اطلاع اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت اشمویل علیہ السلام نے دی) جس سے دل کو اطمینان ہو جائے تو آپ نے فرمایا کہ اچھا اس کی خاص نشانی یہ ہے کہ تمہارے سامنے طالوت کے پاس ایک صندوق آئے گا جس کے آنے سے قدرتی طور پر تمہاری گھبراہٹ ختم ہو جائے گی اور دل پُر سکون ہو جائیں گے۔ جنگ میں اس کی برکت سے فتح حاصل ہو گی۔ کیونکہ گزشتہ زمانے میں اس تابوت کی وجہ سے تم پُرسکون رہے ہو۔ اس صندوق کو تابوت سکینہ کہا جاتا ہے۔ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی کچھ اشیاء ہوں گی اس کو فرشتوں نے اُٹھایا ہو گا اس کے متعلق آیت کی تشریح کرتے ہوئے تفسیر خازن، روح البیان، تفسیر مدارک، تفسیر جلالین اور تفسیر نعیمی جلد دوم میں لکھا ہے کہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا ایک صندوق تھا جس میں انبیاء کی

تصاویر (یہ تصاویر کسی انسان نے نہ بنائی تھیں بلکہ قدرتی تھیں) ان کے مکانات شریفہ کے نقشے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ان کے کپڑے اور آپ کی نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا اور ان کا عمامہ تھا بنی اسرائیل جب دشمن سے جنگ کرتے تو برکت کے لیے ان کو سامنے رکھتے جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تو اس کو سامنے رکھ کر دعا کرتے اس سے ثابت ہوا کہ بزرگانِ دین کے تبرکات سے فیض لینا ان کی تعظیم کرنا طریقۂ انبیاء ہے۔

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کے ساتھ بھیجا تو ان کے گلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قمیض تعویذ بنا کر ڈال دی تاکہ محفوظ رہیں۔ (تفسیرِ خازن و مدارک و روح البیان تفسیر کبیر)

یاد رہے کہ سارے پانی رب نے پیدا کیے ہیں۔ مگر آبِ زم زم کی تعظیم اس لیے ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قدم شریف سے پیدا ہوا ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ آبِ زم زم بھوکے لیے غذا اور بیمار کے لیے شفا ہے۔ مقامِ ابراہیم پتھر کو نصِ قطعی میں مصلیٰ قرار دیا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ (پارہ ۱ سورہ البقرہ، آیت ۱۲۵)

''اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔''

مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی وہ اب تک کعبہ معظّمہ کے پاس موجود ہے۔ مصلیٰ بنانے کا یہ معنیٰ ہے کہ اس کو سامنے لے کر طواف کے نفل ادا کرو جیسا کہ آج بھی حاجی کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس پتھر کو نبی کی قدم بوسی حاصل ہو جائے اس کی عظمت ہو جاتی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ

عین نماز کی حالت میں غیر اللہ کی تعظیم جائز ہے۔ کیونکہ مقامِ ابراہیم کا احترام نماز میں ہوتا ہے اس سے تبرکات کی تعظیم کا ثبوت ملتا ہے۔

مکہ معظّمہ کو سرکارِ دو عالم کے ساتھ نسبت ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اس کی قسم کھائی ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ

''مجھے قسم ہے اس شہر کی کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔''

(سورۃ البلد پارہ ۳۰)

مزید فرمایا:

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۙ

''قسم ہے اس امن والے شہر کی۔'' (سورۃ التین، پارہ ۳۰)

حضرت ایوب علیہ السلام سے فرمایا گیا:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ۙ (پارہ ۲۳ ع ۱۳)

''لات مار اپنے پاؤں سے یہ چشمہ نکلا نہانے اور ٹھنڈا اور پینے کو۔''

حضرت ایوب علیہ السلام کے پاؤں مبارک سے جو پانی پیدا ہوا۔ وہ شفا بنا معلوم ہوا کہ نبی کا دھوون صاحب عظمت اور شفا ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب اللباس میں ہے کہ:

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے پاس حضور ﷺ کا جُبّہ مبارک تھا۔ مدینہ طیبہ میں جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ وہ دھو کر اس کو پلاتی تھیں۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الاطعمہ باب الاشربہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت کبشہؓ کے مکان پر تشریف فرما ہوئے اور ان کے مشکیزے سے منہ مبارک لگا کر پانی پیا۔ انھوں

نے برکت کے لیے مشکیزہ کا منہ کاٹ کر رکھ لیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ اپنی ٹوپی مبارک میں حضور علیہ السلام کا ایک بال مبارک رکھتے تھے اور جنگ میں وہ ٹوپی ضرور آپ کے سر مبارک پر ہوتی تھی۔

مشکوٰۃ شریف باب السرہ میں ہے کہ:

سرکار دو عالم ﷺ نے وضو فرمایا تو حضرت بلال نے وضو کا پانی لے لیا اور لوگ حضرت بلال کی طرف دوڑے۔ جس کو اس غسالہ شریف کی تری مل گئی اس نے اپنے منہ پر مل لی اور جسے نہ ملی اس نے کسی دوسرے کے ہاتھ سے تری لے کر منہ پر ہاتھ پھیر لیا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ حضور کے تبرکات یعنی بال مبارک، ناخن مبارک قبر میں میرے ہونٹوں اور حضور ﷺ کا تہبند مبارک سر پر رکھ دینا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ يُحَلِّقُهٗ وَاَطَافَ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَمَا يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ اِلَّا فِيْ يَدِ رَجُلٍ

بے شک میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا جب کہ حجام آپ کی حجامت کر رہا تھا تو آپ کے صحابہ آپ کے اِردگرد پھر رہے تھے اور نہیں ارادہ کرتے تھے کہ کوئی بال گرے مگر کسی کے ہاتھ میں۔ (شفاء جلد دوم ص ۳۱)

بسلسلہ قدم بوسی، دست بوسی کے ساتھ ساتھ کچھ دلائل تبرکات کی تعظیم کے بارے بحوالہ رقم کر دیا گیا اب ظاہر ہے کہ دست بوسی، قدم بوسی کے لیے یا تبرکات کے لیے یا قبور بزرگانِ دین چومنے کے لیے بندے میں جھکاؤ پیدا ہوا وہ قدم بوسی اگر کرے گا تو ظاہر قدموں میں جھکے گا ظاہر بیں سمجھتے ہیں کہ موؤب سجدہ کر رہا ہے حالانکہ یہ سجدہ نہیں بلکہ ادب

ہے بجائے اس کے کہ اس کے متعلق دلائل سے بتایا جائے کہ یہ سجدہ نہیں سجدہ کی تعریف یعنی اس کی حقیقت کو واضح کرنے سے اعتراض جاتا رہے گا۔

شریعت میں سجدہ یہ ہے کہ زمین پر سات عضو لگیں دونوں پنجے، دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ اور ناک و پیشانی پھر اس میں سجدہ کی نیت بھی ہو۔ اگر بغیر سجدے کی نیت کے کوئی شخص زمین پر اوندھا لیٹ گیا تو سجدہ نہیں ہوگا جیسا کہ بعض بیمار چارپائی پر اوندھے پڑ جاتے ہیں، سجدہ دو طرح کا ہوتا ہے سجدہ تحیۃ اور سجدہ عبادت سجدہ تحیۃ تو کسی کی ملاقات کے وقت سجدہ کرنا اور سجدہ عبادت کسی کو خدا یا خدا کی طرح جان کر کرنا۔ سجدۂ عبادت غیر اللہ کو کرنا شرک ہے۔ (شرک کا مفہوم میں اپنی کتاب انوار السلوک میں لکھ چکا ہوں معلومات کے لیے مطالعہ کر سکتے ہیں) شرک کسی نبی کے دین میں جائز نہ ہوا اس لیے کہ ہر نبی توحید لائے۔ سجدہ تحیۃ حضرت آدم علیہ السلام سے حضور ﷺ کے زمانہ پاک تک جائز رہا۔

فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اور برادرانِ حضرت یوسف علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ تفسیر روح البیان سورہ ھود پارہ (۱۲) آیت مبارکہ:

وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

''اور فرمایا دور ہوں بے انصاف لوگ''

کے تحت حضرت ابوالعالیہ سے ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ زمانہ نوحؑ میں شیطان نے توبہ کرنی چاہی تو حضرت نوحؑ کو حکم ہوا کہ شیطان سے کہو کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کرے۔ شیطان بولا کہ جب میں نے آدم علیہ السلام کو زندگی میں سجدہ نہ کیا

تو اس کی قبر کو کیا سجدہ کروں گا۔ پھر اسلام نے اس سجدہ تحیتہ کو حرام قرار فرمایا۔ لہٰذا اگر کوئی مسلمان کسی آدمی کو سجدہ تحیتہ کرے تو گنہگار ہے، مجرم ہے، حرام کا مرتکب ہے مگر شرک یا کافر نہیں۔

رہی یہ بات کہ غیر کے آگے جھکنا اس کی دو نوعیت ہیں ایک جھکنا تعظیم کے لیے ہو جیسے جھک کر سلام کرنا یا معظم شخص کے سامنے جھکنا اگر حد رکوع ہے تو فقہا اس کو منع فرماتے ہیں دوسرے یہ کہ کسی کام کے لیے جھکنا جبکہ وہ کام تعظیم کے لیے ہو مثلاً کسی بزرگ کا احتراماً جوتا سیدھا کرنا یا پاؤں چومنا یہ جائز اور حلال ہے گزشتہ بیان کردہ بسلسلہ قدم بوسی (دلائل احادیث مبارکہ) جائز ہے تو ظاہر ہے کہ قدم بوسی کے لیے انتہا درجے کا جھکاؤ ہوتا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ تعظیم کے لیے جتنا بھی جھکا جائے گا جائز ہوگا۔ مقابیس المجالس مقبوس نمبر ۳۴ میں ہے کہ:

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے زمانہ میں ایک شخص نے آپ کی مجلس میں سجدہ تحیت کے بارے میں شور برپا کر رکھا تھا۔ آخر حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ نے اس بحث کرنے والے سے فرمایا کہ تعظیمی سجدہ سابقہ امتوں میں مستحب تھا لیکن پیغمبر اسلام نبیٔ آخر الزمان علیہ السلام کے زمانۂ پاک میں منسوخ ہو چکا ہے۔ البتہ اس کی اباحت (مباح ہونا) اب تک باقی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص میرے پاس آتا ہے اپنا سر مرے پاؤں پر رکھتا ہے تو مجھے اس سے کراہت آتی ہے لیکن چونکہ میرے شیخ (حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہٗ) کی خدمت میں بھی اسی طرح لوگ آکر پاؤں پر سر رکھتے تھے تو حضرت منع نہیں فرماتے تھے میں بھی منع نہیں کرتا کیونکہ شیخ کے عمل کی مخالفت کرنا امرِ

قبیح (برا کام) ہے۔

اہل طریقت کا اپنے شیوخ کے سامنے انتہا درجے کا ادب ہوتا رہا اور ابھی بھی ہے وہ پیرانِ عظام کی تعظیم توقیر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اُن کے سامنے جھک جاتے یہ تعظیم ہی ہے سجدہ نہیں ہے۔ وہ خود کو حقیر اور شیوخ کو عظیم تسلیم کرتے ہیں۔ سرکارِ دو عالم کی تعلیم یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے چھوٹے پر شفقت نہ کی اور جس چھوٹے نے بڑے کی تعظیم وتوقیر نہ کی وہ ہم میں سے نہیں۔

چادر ولباس سے برکت حاصل کرنا

کسی اہل اللہ اور عارف کامل، شیخ کامل اور بزرگ وصالح ہستی کے کپڑوں سے تبرک حاصل کرنا اور متبرک سمجھ کر لینا نہایت احسن ہے اور عین قرآن وسنت کے مطابق ہے۔

دلیل نمبر 1۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں جب بظاہر ختم ہوگئی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے ہاتھ اپنی قمیض بھیجی اور حکماً فرمایا۔

﴿ اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا" ﴾(سورہ یوسف ۹۳)..........

ترجمہ: میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو (اس کی برکت سے) انکی آنکھیں کھل جائیں گی۔

پھر جب یہ کرتا مبارک حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر رکھا گیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ **﴿فارتد بصیرا ﴾ (سورہ یوسف ۹۶)**

ترجمہ : پھر اسی وقت انکی آنکھیں روشن ہوگئیں۔

معلوم ہوا محبوبان خدا کا عطا کیا ہوا کپڑا بڑا با برکت اور شفا بخش ہوتا ہے۔ شفا تو اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ اور یعقوب علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہی شفا دی تھی مگر قمیض پیغمبر کے ذریعے اور وساطت سے دے کر اور پھر اس کو قرآن مجید میں بیان ومحفوظ کر کے یہ بات واضح کر دی ہے کہ یہ کوئی بدعت و ناجائز کام نہیں بلکہ میرے نبیوں کی سنت ہے اور کوئی نبی بھی اپنے رب کی منشاء کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتا ہے۔ بلکہ اس آیت کے تحت مفسرین کرام کی کثیر تعداد نے یہی لکھا ہے کہ یہ وہی قمیض تھی جو آپ نے اس وقت زیب تن کی ہوئی تھی اور آنکھوں کا اس

سے شفایاب ہونا صرف اس وجہ سے تھا کہ وہ جسم اطہر پیغمبر سے مس ہوئی تھی۔'' علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری نے اپنی تفسیر الحسنات کے اندر کیا خوب عقیدے کی غمازی کرتے ہوئے یہ بات واضح کی ہے کہ اہل سنت والجماعت اسی اصل سے بزرگان دین کے پہنے ہوئے کپڑے سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔اور مزارات اولیاء کے غلاف اور چادروں کو برکت والا جانتے ہیں کہ غلاف ان کی قبر سے مس کیا ہوا ہوتا ہے اور کپڑا ان کے جسم سے مس کر کے موجب برکت ہوتا ہے لہذا ان کا جسم قبر سے مس ہوا قبر متبرک ہوئی قبر پر پڑی چادر و غلاف اسکی وجہ سے متبرک ہو گئے''۔ابوالحسنات قادری کی اس مذکورہ عبارت سے پتا چلا کہ مزارات اولیاء پر چادر چڑھانا جائز ہے تب ہی ان کو متبرک سمجھ کر حاصل کیا جائے گا۔اور کئی مزارات پر آج بھی یہ رسم جاری ہے سال کے بعد چونکہ مزار پر چادر پوشی کی جاتی ہے لہذا پہلے والی چادر اتار کر ٹکڑے کر کے مریدین و معتقدین میں بانٹ دی جاتی ہے۔۔۔۔۔۔۔(راقم الحروف)

دلیل نمبر 2۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آل موسیٰؑ اور آل ہارونؑ کے چھوڑے ہوئے تبرکات کا ذکر کیا اور ارشاد فرمایا۔

﴿ و قال لهم نبيهم ان اية ملكه ان يا تيكم التا بوت فيه سكينة من ربكم و بقية مما ترك ال موسىٰ وال هارون تحمله الملائكة ان في ذلك لا ية لكم ان كنتم مومنين .... ﴾(سورة بقره ٢٤٨)

ترجمہ : اوران سے ان کے نبی نے فرمایا کہ اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک ایسا تابوت آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کے سکون اور چین (کے اسباب ہیں) اور (اس میں) آل موسیٰ اور آل ہارون کی چھوڑی ہوئی کچھ چیزیں (تبرکات) ہیں جن کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے۔بے شک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے بشرطیکہ تم مومن ہو۔''

حضرت صدر الا فاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی اس آیت کی تفسیر میں یوں رقم طراز ہیں کہ یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا ایک صندوق تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس میں موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے بھی تھے بنی اسرائیل کے دلوں کا چین ہیں وہ چیزیں وہ تبرکات جو سابقہ انبیاء کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں

میں یہ کہتا ہوں کہ اگر سابقہ انبیاء کے کپڑے انکی امت کے لئے باعث تسکین قلب اور دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کا ذریعہ ہو سکتے ہیں تو تاجدار مدینہ سرور قلب وسینہ ﷺ کے گنبد خضریٰ کا غلاف مومنین کے قلوب کی تسکین کا باعث، نفس امارہ کو نفس مطمئنہ بنانے کا اہل اور شیطان پر غلبہ وفتح حاصل کرنے کا سبب کیوں نہیں بن سکتا۔ آقا کریم ﷺ کی امت کے باعلم و عمل اولیاء وصلحآ تو بمنزلہ انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں لہذا اولیاء وصلحاءِ امت مصطفوی ﷺ کے مزارات کی چادریں اور غلاف بطور تبرک استعمال کیے جا سکتے ہیں تو یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب مزارات پر چادریں چڑھائی جائیں گی نہ کہ منع کر دی جائیں۔ شیخ محمود حسن دیوبندی نے حاشیہ القرآن کے اندر اور شیخ اشرف علی تھانوی نے بھی بیان القرآن کے اندر اس تابوت کا ذکر کیا ہے

دلیل نمبر 3۔

﴿عن سهل بن سعد الساعدی ان امراء ۃ جآ ئت الی رسول الله ﷺ ببردۃ قال الشملة یار رسول الله ﷺ انی نسجت هذه بیدی لا کسو کها فاخذ ها رسول الله محتاجاا لیها فخرج الینا فیها و انها لازاره فجآ ء فلان بن فلان رجل سماه یومئذ فقال یا رسول الله ﷺ فاحسن هذه لبردۃ اکسینها قال نعم فلما دخل طواهاوارسل بها الیه فقال له القوم والله ما احسنت کسبها النبی ﷺ محتاجا الیها ثم سالته ایاهاوقد علمت انه لا یرد سائلا فقال انی و الله ما سلته ایاها لا لبسها ولکن سالته ایاها لتکون کفنی

فقال سهل فكانت كفنه يوم مات ﴾

(بخاری شریف کتاب اللباس،سنن ابن ماجه شریف ج ۲)

حضرت سہل بن سعد ساعدی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خاتون حاضر خدمت ہوئی اور ایک چادر لے کر آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنے ہاتھ سے یہ بُنی ہے تا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہناؤں تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کی ضرورت کو سمجھتے ہوئے لے لیا تھوڑی دیر میں اسے پہنے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے اتنے میں فلاں بن فلاں آیا اور عرض گذار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کتنی خوبصورت چادر ہے اسے تو مجھے عنایت فرما دیجیے۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا۔اندر تشریف لے گئے تو چادر کو طے کر کے اس کے پاس بھیج دیا لوگوں نے اس شخص سے کہا خدا کی قسم تو نے تو بہت برا کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی بہت سخت ضرورت تھی اس شخص نے جواب دیا خدا کی قسم میں نے چادر سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہننے کے لئے نہیں مانگی بلکہ میں نے تو اس لئے طلب کی ہے کہ مجھے اس میں کفن دیا جائے حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں جس دن اس صحابیؓ کا انتقال ہوا تو انہیں اسی چادر میں دفنایا گیا۔

علامہ عینی اسی حدیث کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں۔

﴿ وفيه التبرك باثار الصالحين و فيه بركة مالبسه ممايلي جسده ﴾(عمدة القاری شرح صحيح بخاری ج ۴ص ۱۷۰)

یعنی اس حدیث میں برکت لینا آثار صالحین کے ساتھ اور نیز اس حدیث میں اس کپڑے کا متبرک ہونا ثابت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک سے مس ہوا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اسی حدیث مبارکہ کے ضمن میں فرماتے ہیں۔"دریں جا استحباب تبرک ست بہ لباس صالحین وآثار ایشاں بعد از موت در قبر چنانکہ قبل موت نیز ہم چنین بوده"۔۔۔۔۔۔۔(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ ج ۱)

پھر فرماتے ہیں ﴿هذا الحديث في التبرك باثار الصالحين ولباسهم كما يصغل بعض مريدي المشائخ من لباس اقمصتهم في القبر" ﴾(اشعة اللمعات)............

ترجمہ : یعنی یہ حدیث آثار صالحین اور انکے لباس سے برکت حاصل کرنے کی اصل ہے جس طرح بعض مریدین مشائخ کی قمیضوں کو پہنا کر دفن کیے جاتے ہیں۔ اس میں یہ حکمت تھی کہ آپ کے آثار شریفہ سے تبرک حاصل ہو اور یہ حدیث آثار صالحین کے ساتھ تبرک حاصل کرنے پر دلیل ہے۔.........(فتح الملہم ج ۲ ص ۴۸۴)

نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں ﴿ ففيه التبرك بآثار الصالحين ﴾ اس حدیث میں آثار صالحین کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے۔

(السراج الوہاج، ج اص ۲۹۴)

امام احمد بن محمد قسطلانی واضح طور پر تحریر فرماتے ہیں ﴿استنبط منه التبرك لما يلامس احباد الصالحين﴾ (ارشاد الساری) اس سے ثابت ہوا کہ جو چیز صالحین 'اولیا' کے اجسام سے مس کرے اس سے تبرک حاصل کرنا چاہیے۔

دلیل نمبر 4۔ بخاری و مسلم اور نسائی میں حضرت انس سے روایت کردہ حضرت ام سلیم والی حدیث کے ضمن میں شیخ اشرف علی تھانوی رقم طراز ہیں۔ ''رسم حفاظت تبرکات وعدم تغییر آں'' اکثر اہل محبت کا یہی معمول ہے کہ تبرکات کو حتی الامکان بعینہ محفوظ رکھتے ہیں اور اسی کو ادب سمجھتے ہیں۔ (التکشف عن مہمات التصوف ص ٦١٦)

شیخ اشرفعلی تھانوی نے تو یہاں تک تحریر فرمایا ہے۔ اہل اللہ کے تبرکات میں اثر ہوتا ہے اور محبت میں اس سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔ بزرگوں کی صحبت وزیارت بڑی چیز ہے ان کا تو تصور بھی نافع ہے۔ اور یہی اصل ہے تبرکات کی کیونکہ چیزوں کو دیکھ کر انکی یاد تازہ ہوتی ہے اور انکی یاد

سے دل میں نور آتا ہے حق تعالی کے ساتھ تعلق پیدا ہوتا ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۶۸)

شیخ اشرفعلی تھانوی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک متقی پرہیز گار بزرگ نے مجھے ایک اچکن دی تھی۔ میں اس کو متبرک سمجھ کر پہنتا تھا اس کا اثر یہ تھا کہ جب تک وہ بدن پر رہتا معصیت اور گناہ کا خطرہ تک نہ آتا تھا لوگ کہتے ہیں۔ کہ بزرگوں کے کپڑوں میں کیا رکھا ہے مگر میں نے تو مشاہدہ کیا ہے۔ (مجالس حکیم الامت ص ۱۰۰)

حضرت رشید احمد گنگوہی کے پاس بھی تبرکات میں حجرہ مطہرہ نبویہ ﷺ کے غلاف کا ایک سبز ٹکڑا تھا بروز جمعہ کبھی کبھی حاضرین وخدام کو جب ان تبرکات کی زیارت کرواتے تو وہ غلاف کا ٹکڑا نکال کر پہلے اپنی آنکھوں پر رکھتے اور پھر چومتے اور خدام وحاضرین کے سروں پر رکھتے۔ (الشہاب ثاقب ص ۵۲)

محمود غزنوی نے سومنات کو فتح کرنے کی خاطر اپنے مرشد حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کے قدم چومے اور ان کا کرتہ مبارک بطور تبرک لے کر حملہ آور ہوا اور اسی کرتے کے طفیل فتح نصیب ہوئی۔ (تذکرہ مشائخ کرام ص ۸۱)

اسی حدیث مذکورہ بالا کے ضمن میں مترجم ابن ماجہ شریف سرمایہ غیر مقلدین علامہ نواب وحید الزمان خان فرماتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ اور بزرگوں کے کپڑے برکت کے لیے لینا درست ہے۔ اور متبرک کپڑے کفن کے لے رکھنا بہتر ہے اور آثار صالحین سے برکت حاصل کرنا جائز ہے۔ صلحاا ورعرفا اور اولیاً کاملین کے مزارات پر جو چادریں ہیں وہ آثار صالحین ہی تو ہیں یہی اہلسنت الجماعت کا شعار وعقیدہ ہے۔ (راقم الحروف)

دلیل نمبر 5۔ ایک صحابی "سنان بن طلق الیمامی" نے خود حضور نبی کریم ﷺ سے آپ کی قمیض مبارک کا ٹکڑا مانگ کر بطور تبرک اپنے پاس رکھا ﴿**یغسلها للمریض یستشفی بها**﴾ (**خصائص کبری جلد ا ص ۱۱۲**)

یہ قمیص کا ٹکڑا دھو کر مریضوں کو پلایا جاتا اور اسکی برکت سے مریض شفایاب ہو جاتے۔

دلیل نمبر 6۔ حضرت ام عطیہ انصاریہ سے روایت ہے کہ جس وقت حضور ﷺ کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو آپ تشریف لائے اور فرمایا تم اسے غسل دے چکو تو فارغ ہو کر مجھے خبر کرنا وہ کہتی ہیں کہ جب ہم لوگ غسل دے کر فارغ ہوئے تو حضور ﷺ کو خبر دی۔

﴿فاعطانا حقوه فقال اشعر نها اياه تعنى ازاره ﴾(بخاری شریف ج ا ص ۴۸۴)

ترجمہ : حضور ﷺ نے اپنا تہہ بند مبارک عنایت فرمایا کہ اسے بدن سے متصل رکھو یا جسم سے لپیٹ دو۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے فرمایا **﴿' والحكمة فيه التبرك با ثاره الشريفة و انما اخره الى فر اغهن من الغسل ولم ينا ولهن اياه اولا ليكون قريب العهدمن جسده الشريف حتى لا يكون بين انتقاله من جسده الى جسد ها فاصل وهو اصل فى التبرك با ثار ا الصالحين ﴾**

(عمد ة القارى شرح صحيح بخارى ج ۴ ص ۴۶)

ترجمہ: یعنی اس میں مصلحت برکت حاصل کرنا حضور اکرم ﷺ کے آثار شریفہ کے ساتھ ہے اور حضور ﷺ نے ان عورتوں کے غسل سے فارغ ہونے تک اس کو موخر کیا اور پہلے ہی سے عطا نہ فرمایا تا کہ قریب العہد آپ کے جسد مبارک سے اترنے اور حضرت کی صاحبزادی کے پہننے میں کوئی فاصل نہ رہے اور یہ حدیث آثار صالحین کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کی اصل اور دلیل ہے۔

علامہ قسطلانی تحریر فرماتے ہیں۔

﴿ انما فعل ذلك لينا لها بركة ثوبه ﴾

ترجمہ : اور حضور اقدس ﷺ نے یہ اسی لئے کیا تا کہ آپ کے لباس مبارک کی برکتیں انہیں

پہنچیں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں۔

﴿ و الحکمة فی اشعار ها به تبریکها به ففیه التبرک با ثار الصالحین ولبا سهم ﴾

ترجمہ: یعنی حضرت زینب کو تہہ بند مبارک پہنانے میں حکمت اس لباس کے سبب برکت دینا ہے تو یہ حدیث آثار صالحین اوران کے لباس سے برکت حاصل کرنے پردلیل ہے۔

علامہ وشتانی تحریر فرماتے ہیں۔ ﴿وامره ﷺ بذلک لتنا لها بر کته﴾ (اکمال المعلم ج۳ص۷۷)

حضور ﷺ نے انہیں چادر پہنانے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ آپ سے برکت حاصل کریں۔

شیخ عثمانی فرماتے ہیں۔

﴿ والحکمة فیه التبرک با ثاره الشریفة الی قوله و هو اصل فی التبرک با ثار الصالحین ﴾

ہم بھی یہی کہتے ہیں مزارات اولیاء وصالحین پر پڑی چادریں آثار صالحین ہیں کیونکہ ان صلحآ ؤاولیاء کا جسد انور قبر سے مس ہے اس طرح یہ چادر انکی قبر سے مس ہے۔جس طرح انکے جسم کے مس ہونے کی وجہ سے وہ قبر اور زمین کا ٹکڑا متبرک ہوا اسی طرح ان کی متبرک قبر سے چادر مس ہو کر متبرک ہوگئی۔اوراس چادر کو بطور تبرک حاصل کرنا اور چومنا جائز ہوا۔

دلیل نمبر 7 برکت یا فیض حاصل کرنے کا عجیب طریقہ۔

﴿ عن ابی هریرة قال قلت یار سول الله ﷺ انی اسمع منک حدیثا کثیرا انساه قال ابسط ردآ ءک فبسطته فغرف بیدیه ثم قال ضم فضممتهٗ

فما نسیت شیاء ﴾(بخاری شریف کتاب العلم)

ترجمہ : حضرت ابوھریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ سے بہت ساری باتیں سنتا ہوں لیکن بھول جاتا ہوں آپ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ میں نے (چادر) بچھادی۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے لپ بنائی اوراسے چادر میں ڈال دیااور فرمایااسے لپیٹ لومیں نے لپیٹ لی اس کے بعد میں کوئی بات نہ بھولا۔

☆ دیکھیے نبی کریم ﷺ نے بظاہر خالی لپ بھر کر چادر میں ڈالی اور چادر کے ساتھ دست مبارک مس بھی نہیں کیا پھر بھی اتنی برکت اس چادر میں آ گئی کہ حضرت ابوھریرہ کے نسیان کے مرض کے لئے شفا کا باعث ہوگئی۔

دلیل نمبر 8 ﴿عن ابن عباس قال لما ماتت فاطمة ام علی بن ابی طالب البسهار رسول الله ﷺ قمیصه واضطجع معهافی قبر ها فقا لو امار اینا ک صنعت ماصنعت بهذه فقال انه لم یکن احد بعد ابی طالب، ابرلی منها انما البستها قمیصی لتکسنی من حلل الجنة و اضطجعت معها لیهون علیها﴾

(وفاء الوفاء ج ۲ ص ۸۸)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جب حضرت علی کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہواتو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی قمیض مبارک پہنائی اوران کے ساتھ قبر میں لیٹے تو صحابہ کرام نے عرض کیایارسول اللہ ﷺ آج آپ نے وہ بات کی جو پہلے کبھی نہیں کی کریم آقا علیہ اسلام نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ابو طالب کے بعد میرے ساتھ ان سے بڑھ کر احسان اور بھلائی کرنے والا کوئی نہ تھا میں نے ان کو اپنا کرتہ اس لئے پہنایا کہ جنت کا لباس پہنیں اور میں قبر میں اس لئے لیٹا کہ قبران پر آسان ہو۔

دلیل نمبر: 9۔ حضرت امیر معاویہ نے بھی اپنے بیٹے کو وصیعت کی تھی کہ جب میں مر جاؤں تو جو چادر رسول کریم ﷺ نے مجھے عنایت کی تھی وہ کفن کے نیچے بدن سے متصل رکھنا کیونکہ ان سے مجھے نفع حاصل ہوگا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ص۲۶۲ از علامہ ابن عبدالبر)

دلیل نمبر: 10۔ امام فخر الدین رازیؒ نے آیت کریمہ ﴿ ولا تصل علی احد منھم ﴾ کا شان نزول لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول رئیس المنافقین نے بھی برکت حاصل کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ سے آپ کے جسم اطہر سے متصل قمیض طلب کی ''یہ الگ بات ہے کہ اس کا قمیض طلب کرنا حضور کا عطا فرمانا اس کا اس سے برکت چاہنا پھر کفنائے جانے کی آرزو کرنا اس کے لئے باعث نفع ونجات نہ ہوا مگر یہ بھی تو دیکھیے کہ متبرک قمیض اس نے پہنی اور اللہ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے دل کو آزردہ ہونے سے بچانے کیلئے اسکی قوم سے ہزار آدمیوں کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا'' (راقم الحروف)

دلیل نمبر 11۔ موجودہ دور کا ایک ایمان افروز واقعہ بھی بطور دلیل کے پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں ملاحظہ ہو۔

☆ جناب علی محمد تارڑ ساکن بیکھو (ضلع گجرات) کہتے ہیں کہ میں جب حج بیت اللہ شریف کے لئے حجاز مقدس گیا تو مجھے مدینہ منورہ میں حضور اکرم ﷺ کے جُبّہ مبارک (ایرانی طرز کی چادر) اور غلاف کعبہ کا ایک ایک ٹکڑا ملا واپسی پر وہ دونوں ٹکڑے احتراماً پاکستان لے آیا خدا کی حکمت کہ عرصہ دو سال بعد ایک دن صبح اٹھا تو اچانک میری بینائی میں کمی آ گئی بڑی پریشانی لاحق ہوئی جب دوسرے دن صبح بیدار ہوا تو بینائی بالکل ختم ہو چکی تھی اور میں اندھا ہو گیا تھا۔ ایک آدمی کو ساتھ لیکر شہر گیا ڈاکٹر کو چیک کرایا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ لاہور میو ہسپتال جاؤ وہاں معائنہ کراؤ ڈاکٹر صاحب نے کہا آنکھوں میں سفید موتیا ہے کچھ عرصہ بعد ہسپتال میں آنکھوں کا آپریشن

کراؤیا کم ازکم تین ماہ علاج کراؤ۔شاید نظر ٹھیک ہو جائے چند دن کی دوائی لے کر واپس گھر پہنچا بڑی پریشانی کا عالم تھا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں گا ہے گاہے یہ شعر زباں پر جاری ہو جاتا۔

یار رسول الله ﷺ انظر حالنا

یا حبیب الله ﷺ اسمع قالنا

ایک دن بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ جُبّہ مبارک کا ٹکڑا جو حجاز مقدس سے لایا تھا اسے آزما کر دیکھوں گھر والوں سے کہا کہ فلاں ٹرنک مجھے پکڑاؤ انہوں نے مجھے دیا میں نے بسم اللہ شریف پڑھ کر ٹرنک کھولا اور ٹٹول کر وہ ڈبیہ نکالی اور باوضو ایک گلاس میں پانی لے کر ان ٹکڑوں کو بھگو بھگو کر آنکھوں پر لگانا شروع کر دیا۔خدا کی قسم چند ساعتوں کے بعد میری بینائی بحال ہو گئی۔

﴿فالحمد لله علی ذلک﴾

اس قسم کے دلائل سے کتب معتبرہ بھری پڑی ہیں مطالعے کے لئے رجوع فرمائیں۔ انوار محمدیہ۔جامع المعجزات۔خصائص الکبریٰ۔حجۃ اللہ علی العالمین۔زرقانی علی المواہب۔ مدارج النبوت۔شرح شمائل ترمذی۔شفا شریف وغیرھا۔

اتنی روایات کثیرہ بیان کرنے کا مقصد و مدعا فقط یہ سمجھانا مقصود ہے کہ دیکھیں جو کپڑا ،چادر،قمیض کسی صالح و متقی کے جسم سے مس ہو جائے وہ اتنی متبرک ہو جاتی ہے کہ اس سے عذاب میں تخفیف ہو سکتی ہے تو اسطرح اب اس صالح و متقی کا جسم قبر سے متصل ہے اور جڑا ہوا ہے قبر پر لگا ہوا کتبہ قبر پر پڑی چادریں،قبر پر ڈالے گئے پھول اور پتیاں بھی اتنی ہی متبرک ہوئیں جتنا کہ کفن و قبر اب ان سے بھی برکت حاصل کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔دلائل کا تو انبار ہے مگر طوالت سے بچنے کے لئے اس مضمون کو یہیں ختم کرتے ہوئے اپنے اصل مدعا و مضمون کی طرف بڑھتے ہیں اور وہ ہے قبور اولیاء صالحین پر چادر پوشی کرنا۔

(مزارات پر چادر پوشی)

قبورِ اولیاء پر تین قسم کی چادر چڑھائی جاتی ہے۔

1۔ عوام الناس کی طرف سے چادر

2۔ سجادہ نشین کی طرف سے چادر

3۔ صاحب مزار کے مرشد / مرشد خانے کی طرف سے عطا کردہ چادر جسے سرکاری چادر بھی کہتے ہیں۔

اب چونکہ چادر کی لغوی تعریف فروز اللغات کے مرتب نے تو یہ کی ہے کہ پھولوں کی وہ رادا جو مزاروں پر ڈالی جاتی ہے۔ مگر جو سطور الفوق چادر کی اقسام بیانکی گئی ہیں ان میں سے نہ تو عوام الناس پھولوں کی چادر لاتے ہیں، نہ سجادہ نشین کی طرف سے پھولوں کی چادر لائی جاتی ہے اور نہ ہی سرکاری چادر پھولوں کی ہوتی ہے (الا ماشاء اللہ) تقریباً کثرت سے چادریں کپڑے کی ہوتی ہیں آخر کیوں؟ یہیں پر معترضین یہ سوال بطور تنقید کرتے ہیں۔

1۔ کیا تمہارے بزرگوں کو قبر میں سردی لگتی ہے کہ اوپر چادریں ڈالتے ہو؟

2۔ کیا تمہارے بزرگ تمہاری چادروں کے محتاج ہیں ؟

3۔ کیا یہ چادریں بزرگوں کی نذر مان کر چڑھائی جاتی ہیں ؟

بالترتیب ان سوالوں کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا سوال تو بالکل عقل کے کورے اور علم سے خالی لوگوں کا ہے اور بے معنی و بے مقصد سی بات ہے مگر پھر بھی اس کا جواب دینا ہمارے فرائض میں شامل ہے انشاء اللہ اسی سوال کے مکمل جواب میں ہم اپنی ساری گفتگو کا لب ولباب بھی پیش کریں گے اور اپنا مدعا آپ کے سامنے رکھیں گے صرف منصف مزاجی سے مطالعے کا خواستگار ہوں اس سوال کے دو جواب ہیں

ایک تو بالکل سوال کی طرح ہی الزامی جواب ہے اور وہ صرف گستاخان اولیاء کا منہ بند کرنے کے لئے ہے۔ ہم یہ کہنا سوئے ادب سمجھتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کو قبر میں سردی لگتی ہے پھر بھی بطور الزامی جواب کے درج ذیل احادیث کو ضرور پڑھیے۔

کہ ان صالح و متقی بزرگوں کو قبر میں تمام سوالوں کے درست جوابات دینے پر جنت کی بشارت دی جاتی ہے۔

حدیث مبارکہ کے الفاظ مطالعہ فرمائیں۔

﴿ ان صدق عبدی فاضر شوه من الجنة و البسوة من الجنة و افتحو اله باباً الی الجنة قال فیا تیة من روحها و طیبها ﴾ (بخاری شریف)

ترجمہ: پھر آسماں سے منادی کرنے والا کہتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لئے جنت کا بچھونا بچھاؤ اس کو جنت کا لباس پہناؤ اس کے لئے جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو، پھر اسکے پاس جنت کی ہوا آتی ہے اور خوشبو آتی ہے۔

لازمی بات ہے جنت کی ہوا گرم تو نہیں ہو سکتی لہذا اس کو بشری کمزوری کے باعث ٹھنڈ تو لگے گی اس لیے چادریں ڈالی جاتی ہیں۔ اور تمہارا تو بے چارہ پہلے ہی دنیا میں حضور ﷺ کی گستاخیاں کر کر کے اولیاء کرام کی شان میں بے باکیاں دکھا دکھا کر آل رسول ﷺ پر تبرا بازیاں کر کے گمراہ ہو گیا اور ایسے کے لئے قبر میں کہا جاتا ہے۔

﴿ فافرِ شوه من النار والبسوه من النارو افتحو له باباً الی النار قال فیاتیه من حرها و سمو مها ﴾(بخاری شریف)

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ اس کے لئے آگ کا بچھونا بچھا دو، آگ کا لباس پہنا دو، اس کے لئے دوزخ کی طرف سے دروازہ کھول دو، حضور ﷺ نے فرمایا تو اس کے پاس جہنم کی گرمی لپٹ کر آتی ہے۔

اب تم اس لئے چادریں نہیں ڈالتے کہ وہ بے چارہ پہلے ہی گرمی میں جل رہا ہے آگ میں ہے پھر اوپر سے بھی گرمی پہنچائی جائے ۔ یہ تو ہوا معترض صاحب کا لطیفہ اور الزامی جواب اس کا دوسرا علمی جواب بھی ملاحظہ فرمائیں ۔

کہ مزارات اولیاء و صالحین پر اس لیے چادریں چڑھائی جاتی ہیں کہ انکی قبور کو عام قبروں سے ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق منفرد کر دیا جائے

دیکھیے عام اور خاص میں جو فرق ہے اسے تو اس جہاں میں بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے اور وہ جہاں تو اس جہاں سے کئی درجہ اعلیٰ وارفع ہے ۔ پھر کیوں نا وہاں بھی تخصیص کر دی جائے تا کہ عام قبروں کی طرح نہ سمجھا جائے بلکہ انکی توقیر و تعظیم اس طرح بجالائی جائے جس طرح اس جہاں میں تھی اسکو اس مثال سے سمجھنا آسان ہوگا ۔ دیکھیں ساری مسجدیں اللہ کا گھر ہیں ۔ اور بیت اللہ بھی اللہ کا گھر ہے اس پر غلاف (چادر) چڑھایا جاتا ہے مگر باقی پر نہیں تا کہ دنیا والوں کو پتا چلے کہ یہ بھی اللہ کا گھر ہے مگر عام گھروں کی طرح نہیں ہے یہ بھی مسجد ہے مگر عام مسجدوں کی طرح نہیں ہے ۔ لہذا فرق و امتیاز قائم رکھنے کے لئے بیت اللہ شریف پر غلاف و چادر چڑھا دی ۔ اسی طرح آسمانی کتابیں چار ہیں ۔ تورات ۔ زبور ۔ انجیل ۔ قرآن پاک ۔ صحاح ستہ اور دیگر فقہی منطقی اور دنیا کی دیگر کتابوں کو چھوڑ کر صرف یہی چار کتب سماوی ایک جگہ رکھ دیں اور ایک انجان شخص سے کہیں کہ قرآن پاک اٹھا کر لے آؤ تو چونکہ اس قرآن پاک کو پہلے سے باقی کتابوں سے منفرد کرنے کے لئے غلاف چڑھا دیا گیا ۔ لہذا وہ انجان شخص بھی جس کتاب پر غلاف چڑھا ہوگا فوراً لے کر حاضر ہوگا اس کے دو فائدے ہوئے ایک تو اس کے مقام و مرتبہ کا پتا چل گیا کہ باقی کتابیں بھی اللہ کی طرف سے ہی نازل شدہ ہیں مگر اس کا نام کتاب اللہ مخصوص ہے ۔ دوسرا باقی کتابوں سے انفرادیت اور فرق پتا چل گیا ۔ یہاں پر تو معترضین سے بھی سوال کیا جاسکتا ہے کہ کیا کتاب اللہ اور بیت اللہ غلاف کے محتاج ہیں ؟ کیا ان کو سردی لگتی ہے ؟ کیا بطور نذر غلاف

چڑھائے جاتے ہیں ؟

﴿ ما هو جو ابكم فهو جو ابنا ﴾

اولیاءاللہ کے مزاروں پراس لئے چادریں چڑھائی جاتی ہیں کہ ایک تو باقی قبروں میں اوران اللہ کے ولیوں میں فرق واضح رہے۔ دوسرا اسکے ادب واحترام اور مقام کا پتا چل سکے کہ یہ قبر میں لیٹا ہوا عام شخص نہیں بلکہ اللہ کا مقرب بندہ اوراس کا ولی ہے۔اور چادریں صرف انہی کی شان کے لائق ہیں جیسا کہ علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی لکھتے ہیں۔

﴿ وكان سيدى على و اخى افضل الدين يكرهان بناء القبة على القبرو وضع التابوت الخشب و استر عليه و نحو ذلك لا حادالناس و يقولون هذا الا يليق الا بالانبياء ومن دانا هم من اولياء الا كا برو اما نحن فمقامنا الدفن تحت نعال الناس فى الشوارع ﴾(شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۱۵ از سعیدی)

ترجمہ : میرے شیخ علی اور بھائی افضل الدین عام لوگوں کی قبروں پر گبند بنانے ،تابوت رکھنے اور چادریں چڑھانے کومکروہ قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ قبروں پر گبند اور چادریں صرف انبیاء علیہ السلام اور اکابر اولیاء کرام کی شان کے لائق ہیں ۔ رہے ہم تو ہمیں ان لوگوں کے قدموں کے نیچے راستے میں دفن کر دینا چاہیے۔

حضرت علامہ شیخ رافعی حنفی فرماتے ہیں۔

﴿قال الشيخ عبدالغنى النابلسى فى كشف النور عن اصحاب القبور ماخلاصة ان البدعة الحسنة الموافقة المقصود الشرع تسمى سنة فبناء القباب على قبور العلماء و الصلحاء و وضع الستوروالعمام و الثياب على قبور هم امر جائز اذا كان القصد بذلك التعظيم فى اعين العامة حتى لا

یحتقرو اصاحب هذا القبرو كذا ايقا دا لقناديل و الشمع عند قبور الا ولياء والصلحا ء من باب التعظيم والا جلال ايضاً لا ولياء فالمقصد فيها مقصد حسن و نذر التريت و الشمع لا ؤ لياء يوقد .عند قبور هم تعظيما لهم و محبة فيهم جائز ايضاً لا ينبغي النهي عنه ﴾(تقريرات رافعي ج ا ص ۱۲۳)

ترجمہ: آپ فرماتے ہیں شیخ عبدالغنی نابلسی نے جو کچھ کشف النور میں لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بدعت حسنہ شارع کے مقصود کے موافق ہو وہ سنت کہلاتی ہے لہذا علماء وصلحاء کی قبروں پر گبند بنانا اور انکی قبروں پر چادریں اور عمامے چڑھانا جائز کام ہے جبکہ اس سے یہ مقصود ہو کہ عوام کی نگاہوں میں انکی تعظیم پیدا کی جائے تا کہ وہ صاحب قبر کو معمولی اور حقیر نہ سمجھیں اسی طرح ان کی قبروں کے پاس قندیلیں اور شمعیں روشن کرنا بھی باب تعظیم سے ہے کیونکہ اس میں نیک مقصد ہے اور تیل اور شمع کی نذر اولیاء اللہ کے لئے ہوتی ہے جو انکی قبروں پر انکی تعظیم اور ان سے محبت کے اظہار کے لئے جلائی جاتی ہیں۔ یہ بھی ایک جائز کام ہے اس سے منع نہیں کرنا چاہیے"

علامہ نابلسی کی اس عبارت کو علامہ اسماعیل حقی حنفی نے بھی تفسیر روح البیان کے اندر آیت﴿ و من اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه ﴾ کے تحت بیان کیا ہے۔ اسی عبارت کو علامہ غلام رسول سعیدی نے شرح صحیح مسلم جلد دوئم میں کتاب الجنائز میں نقل فرمایا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی نے بھی اس مسئلے پر کچھ اس طرح بحث کی ہے۔

﴿ قال فی فتاوی الحجة و تكره الستور على القبور ا ولكن نحن نقول الا ن اذا قصد به التعظيم فی عيون العامة حتى لا يحتقرو اصاحب القبرو الجلب الخشوع والا دب للغافلين الزائرين فهو جائز لا ن الاعمال بالنيات وان كان بدعة فهو كقو لهم بعد طواف الودا ع يرجع القهقرى حتى يخرج من

المسجد اجلا اللبيت حتى قال فى منهاج السالكين انه ليس فيه سنة مروية ولااثر محكى قد فعله اصحابنا﴾(ماخوذ از شرح مسلم بحواله رد المحتار ج۵ ص ۳۱۹ از علامه شامی)

ترجمہ: صاحب فتاویٰ حجتہ نے کہا ہے کہ قبروں پر چادریں چڑھانا مکروہ ہے لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ جب چادر چڑھانے سے صاحب قبر کی تعظیم وتوقیر کی نیت کی جائے تاکہ عام لوگ اس قبر کو معمولی اور حقیر نہ جانیں اور زائرین کے خشوع وخضوع اور ادب ومحبت میں اضافہ ہو تو جائز ہے کیونکہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر چند کہ یہ فعل بدعت ہے لیکن اسکی نظیر وتشبیہ فقہاء کا یہ قول ہے کہ طواف وداع کے بعد مسجد (حرام) سے باہر آنے تک الٹے پاؤں واپس پلٹے تاکہ بیت اللہ کی تعظیم کا اظہار ہو۔ اسی طرح منہاج السالکین میں لکھا ہے کہ اس فعل کے لئے نہ کوئی سنت مروی ہے نہ آثار صحابہ میں سے ہے اس کے باوجود ہمارے اصحاب نے ایسا کیا ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں اولیاء کرام کے مزارات پر چادریں ڈالنا جائز ہے بر حکمت ایں کہ صاحب مزار کی عظمت وبزرگی ظاہر ہوتا کہ لوگ انہیں حقیر نہ سمجھیں (شامی جلد پنجم)

علامہ نابلسی، علامہ اسماعیل حقی، علامہ شامی اور علامہ رافعی نے اپنی عبارات وتحریرات مذکورہ میں مزارات اولیاء صلحاء پر چادر چڑھانا جائز قرار دیا یہ وہ حضرات ہیں جو تقریباً آج سے چھ سات سو سال پہلے ہو گذرے ہیں یقیناً اپنے دور کی ثقہ ونابغہ روزگار شخصیات تھیں۔

علماء اہلسنت مزارات اولیاء پر چادر چڑھانے کی ایک اصل یہ بھی لیتے ہیں کہ ماضی بعید سے کعبۃ اللہ پر غلاف چڑھایا جارہا ہے حالانکہ اس دور میں اور مساجد بھی تھیں صرف کعبۃ اللہ پر ہی غلاف اسکی عظمت وشوکت کی علامت ہے اور بوجہ تعظیم وتوقیر ہے نہ کہ بوجہ دیگرے۔

مقام ابراہیم علیہ اسلام جس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے کھڑے ہو کر کعبۃ اللہ کی تعمیر کی اس پر بھی تعظیماً غلاف چڑھایا گیا ہے اس سے معلوم ہوا ولی اللہ کی چلہ گہ، عبادت گاہ،

خلوت گاہ کا بھی ادب احترام ضروری ہے۔اتنی تفصیلی بحث سے یہ بات واضح ہوئی کہ تعظیم وتوقیر اولیاء کے پیش نظر انکے مزارات پر چادریں چڑھانا جائز عمل ہے۔

یہاں تک تو ثابت ہوا کہ عام آدمی بھی اولیاء وصلحا واتقیا وعلماء شھداء کے مزارات پر چادر چڑھا سکتا ہے بشرطیکہ نیت انکی تعظیم وتوقیر کی ہو نہ کے دیگرے۔

دوسرا سوال معترض کا تھا کہ کیا تمہارے بزرگ تمہاری چادروں کے محتاج ہیں۔ یہ اعتراض بھی بالکل لغو ہے میں کہتا ہوں کہ دیکھیے کپڑے کی اپنی کیا حیثیت ہے ہر جگہ استعمال ہو سکتا ہے۔ جائز جگہ بھی ناجائز جگہ بھی، پاک جگہ بھی۔ پلید جگہ بھی۔ دیکھیں لباس کا مقصد تو فقط ستر ڈھانکنا ہوتا ہے لیکن جو لباس پہن کر آپ مسجد میں جائیں اسکی عظمت کا کیا کہنا اور جس لباس کو پہن کر آپ شراب خانے اور سینما خانے میں جائیں اسکی کراہت کا کیا کہنا۔ یہیں اگر تمہارا لباس مسجد جانے کی وجہ سے باقی لباسوں سے ممتاز ہوا اسی طرح ولی کے مزار پر پڑا کپڑا اور چادر باقی کپڑوں اور چادروں سے ممتاز ہوگی۔

پھر اس چادر کا مزار اولیاء سے مس ہو کر متبرک ہونا بھی ثابت ہو گیا ہے لہذا ولی اللہ چادر کا محتاج نہیں بلکہ چادر اپنی عظمت ورفعت کے لئے ولی اللہ کے مزار کی محتاج ہے۔ اور خلق اس تبرک کے حصول کی محتاج نظر آتی ہے۔

تیسرا سوال معترضین کا یہ ہے کیا چادر کی نذر مانی جاتی ہے ؟ اس سے قبل ہم علامہ نابلسی کی عبارت علامہ رافعی کے حوالے سے درج کر چکے ہیں جس میں تیل اور شمع کی نذر کو جائز قرار دیا گیا بوجہ ایں کہ اولیاء کاملین کی عظمت وتوقیر ملحوظ ہو۔ میں کہتا ہوں بعینہ چادر کی نذر بھی بوجہ تعظیم وتوقیر اولیاء جائز ٹھہرے گی۔ یاد رکھنا یہ نذر' نذر شرعی نہیں بلکہ نذر عرفی ہے جس کو ایصال ثواب یا نذرانے کے معنی میں لیا جائے گا۔ اہلسنت والجمات کا یہی مسلک وعقیدہ ہے کہ نذر شرعی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے چونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کے لیے بالا تفاق حرام

ہے۔ہاں اگر جہالت کی بناپر کوئی کم علمی کی بناپر ایسے الفاظ کہہ بھی دے تو اس کی تصحیح ضروری ہے نہ کہ لعن وطعن کے تیر برسائے جائیں۔

اب ایک چادر سجادہ نشین کی طرف سے چڑھائی جاتی ہے۔سجادہ نشین بھی تین طرح کے ہوتے ہیں۔

1۔صاحب مزار کا بیٹا 2۔صاحب مزار کا خلیفہ

3۔مزار کا مجاور

سجادہ نشین حضرات کو چادر چڑھانے کا اسی طرح حق حاصل ہے جیسے عوام الناس کو بلکہ یہ صاحب مزار کی قربت اور ان کے حالات زندگی سے زیادہ واقف ہونے کی وجہ سے زیادہ حق دار ہیں کہ انکی تعظیم وتوقیر بجالاتے ہوئے چادر پوشی کا اہتمام کریں ہاں مگر حد سے تجاوز نہ کریں۔

حد سے تجاوز سے مراد ایک چادر ہی مزار کی عظمت اور صاحب مزار کی تعظیم وتوقیر کے لئے کافی ہے اسراف نہ کریں اور نہ ہی اوباش لڑکوں سے ڈھول باجے اور ناچتے گاتے اور اس طرح کی فضول وناجائز حرکات کے ساتھ چادر پوشی کریں۔البتہ ادب وتعظیم کوملحوظ رکھتے ہوئے نعت خوانی کے ساتھ عرفا واولیاء کا کلام عارفانہ پڑھتے ہوئے ذکر اللہ کرتے ہوئے چادر چڑھانا جائز ہے۔اور الحمداللہ ہم اس وقت بھی مزارات اولیاء پر چادر پوشی اسی ادب واحترام کے ساتھ کرتے ہیں۔ہاں اگر ان چادروں کی تعداد اس نیت سے بڑھادی کہ مزار سے مس ہو کر متبرک ہوجائیں گی اور بعد میں خلفاء ومتوسلین میں تقسیم کردی جائیں گی تو یہ بھی جائز ہوگا۔لیکن یہ سارا کام پھر بھی نیت پر منحصر ہوگا۔لہذا سرراہ ناجائز وحرام کا فتویٰ دے دینا بھی کچھ مناسب نہیں لگتا۔

تیسری قسم کی چادر مرشد خانہ کی طرف سے عطا کردہ ہوتی ہے اس میں تو صاحب مزار کی عظمت وتوقیر کا اور ہی اظہار ہوتا ہے۔ان کے مرشد پاک نے جس طرح زندگی میں اپنے

خرقہ خلافت سے نواز کر اسے اس مقام و مرتبہ تک پہنچایا اسی طرح اس لاج کو نبھاتے ہوئے آج ان کی قبر پر بھی مرشد خانہ کی طرف سے اظہار محبت و ادب کیا جاتا ہے۔

احادیث صحیحہ کی روشنی میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ سب سرکاروں کی سرکار کملی والے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے غلاموں کو جیتے جی اور پھر بعد وصال چادر و قمیض سے نوازا ہے تو ہر مرید کا شیخ اور مرشد کملی والے کی سنت سمجھ کر اپنے متوسلین و محبین اور مریدین و معتقدین کو اسی طرح جیتے جی خرقہ خلافت اور بعد وصال و تدفین ان کے مزار پر چادر کی صورت میں نوازتے ہیں تا کہ کملی والے کی سنت بھی قائم رہے اور صاحب مزار سے اپنے شیخ کا تعلق حبّی کا پتا چل سکے اور لوگوں کی نظروں میں صاحب مزار ممتاز و باعظمت بھی ہو جائے۔

الحمدللہ اتنی مستند شخصیات کی تحریرات سے معلوم ہوا کہ اولیاء کرام اور علمائے عظام کے مزارات پر ان کی تعظیم کے باعث چادر چڑھانا جائز ہے اور روایات کثیرہ سے پتا چلا کہ اولیاء و علماء کے لباس اور انکے مزار پر پڑی چادروں سے تبرک حاصل کرنا جائز و مستحسن ہے۔

فتاویٰ الحجہ اور دیگر کچھ فقاء کرام کی عبارتوں میں بھی صلحا و اولیاء کی قبور پر عمامے رکھنا۔ پردے ڈالنا اور چادریں ڈالنا صرف مکروہ قرار دیا گیا نہ کہ حرام۔

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ چادریں ڈالنا، عمامے رکھنا فقط نمود و نمائش ہو تو مکروہ عمل ہے اور اسراف ہو تو حرام ہے۔ اور اگر عوام الناس کی نظروں میں علماء و صلحا کی عظمت و تکریم پیدا کرنا مقصود ہو تو فعل مستحسن و مستطاب ہے۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام کی روحین ان کے مزارات پر جلوہ افروز ہوتی ہیں اور عوام کے دل ان مدفون اولیاء کرام کے ادب واحترام سے (ان کے مقام و مرتبہ نہ جاننے کے باعث) خالی ہوتے ہیں۔ لہذا اس تعظیم و توقیر اور اجلال کو اجاگر کرنے کے لئے یہ امر جائز ہے اس امر سے روکنا کسی طرح بھی مناسب نہیں کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے اسی فعل کا اجر و ثواب ہے جس کی وہ نیت کرے گا۔ تفسیر

روح البیان میں سورہ توبہ میں ہے کہ۔

﴿ فبناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء و الصلحاء ووضع الستور و العمائم و الثیاب علی قبور هم امر جائز اذا کان القصد بذلک التعظیم فی اعین العامه حتی لا تحتقرو اصاحب هذا القبر علماء ﴾

ترجمہ : اور صالحین واولیاء وعلماء کی قبروں پر عمارت بنانا ان پر غلاف ڈالنا، عمامے رکھنا اور کپڑے ڈالنا جائز ہے۔ جبکہ اس سے مقصود یہ ہو کہ عوام کی نگاہ میں ان کی عزت وعظمت اجاگر ہو اور لوگ ان کو حقیر نہ جانیں اگر چہ یہ عمل بدعت ہے مگر ایسی بدعت مکروہ ومذمومہ نہیں کہ اب اس عمل کو حرام وناجائز قرار دے دیا جائے۔

دیکھیں فقہائے کرام نے اپنی کتب میں طواف وداع کے بعد الٹے پاؤں لوٹنے کو بدعت کے ساتھ ساتھ بیت اللہ شریف کی تعظیم بھی قرار دیا اور اس فعل کو اسی بنا پر جائز بھی ٹھہرایا ۔منہاج السالکین کی عبارت پہلے بھی گزر چکی ہے پھر بھی اسکا یہ جملہ قابل مطالعہ وغور طلب ہے'' کہ لوگوں کا جو یہ معمول ہے کہ وداع کے بعد الٹے پاؤں لوٹتے ہیں یہاں تک کہ مسجد سے نکل جاتے ہیں اس سلسلے میں نہ تو کوئی سنت مروی ہے نہ آثار صحابہ حالانکہ ہمارے اصحاب کا یہی معمول وطریقہ ہے۔

اس امر کو بیت اللہ شریف کی تعظیم وتوقیر قرار دیا گیا حالانکہ وہ پتھر ہے اور اولیاء کرام بلا شبہ اس سے افضل ہیں اولیاء کرام اگر چہ وفات پا چکے ہوں مگر ان کا ادب واحترام اسی طرح لازم ہے جسطرح حیات ظاہری میں تھا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو طواف کعبہ کرتے دیکھا تو آپ فرمارہے تھے ﴿ والذی نفس محمد بیده الحرمة المومن اعظم عندالله منک ﴾ (ابن ماجه شریف)

ترجمہ: اے خانہ کعبہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مومن کی عزت وحرمت تیری عزت وحرمت سے زیادہ ہے "

اگر چہ ہر مومن ولی نہیں ہوتا مگر ہر ولی کے لئے مومن ہونا ضروری ہے۔ یہاں پر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مومن کی عظمت کو کعبہ اللہ کی عظمت سے افضل قرار دیا تو پھر جو مومن ولی اللہ بھی ہو اسکی عظمت کا عالم کیا ہوگا۔ تو کعبہ اللہ پر غلاف چڑھانا بلکہ ریشمی غلاف چڑھانا بھی علماء نے جائز قرار دیا صالحین و عارفین کی قبور اگر چہ کعبہ نہیں اور نہ ہی احکام میں کعبہ کی مثل ہیں لکین پھر بھی محترم ضرور ہیں۔ نہ صرف محترم ہیں بلکہ شعائر اللہ میں سے ہیں۔ بلکہ جو عمل اور جو چیز اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ و وسیلہ بن سکتا ہے وہ شعائر اللہ میں شامل ہے۔ اور فرمان خداوندی ﴿ **یا ایھا الذین امنو اتقو اللہ و ابتغو الیہ الوسیلہ** ﴾ کے تحت بہت سارے مفسرین کرام کے ساتھ ساتھ شاہ اسمٰعیل دہلوی نے بھی اولیاء کرام کو وسیلہ قرار دیا (صراط مستقیم) لہذا اولیاء اللہ شعائر اللہ میں شامل ہیں اور شعائر اللہ کی تعظیم و توقیر کرنا حکم خداوندی ہے۔ قول خداوندی ہے ﴿ **و من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب** ﴾ **(الحج ۳۲)**

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ دل کی پرہیز گاری سے ہے"

شعائر اللہ سے مراد شرعی یہ ہے کہ وہ علامات یا نشانیاں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی پہچان ہو اور معرفت الٰہی حاصل ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے صفا و مروہ کو اپنی نشانیاں قرار دیا۔ شبیر احمد عثمانی نے تفسیر موضع القرآن میں۔ قربانی کے جانور بیت اللہ۔ صفا۔ مروہ۔ منیٰ۔ عرفات۔ مسجدوں کو شعائر اللہ قرار دیا۔

مقام غور ہے کہ جب صفا و مروہ اور قربانی کے جانور تک خدا کی نسبت و تعلق کی وجہ سے شعائر اللہ بن سکتے ہیں تو محبوبان خدا کے تبرکات اولیاء اللہ کی نسبت و تعلق کی بنا پر کیوں شعائر اللہ نہیں ہو سکتے۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی فرماتے ہیں۔

محبوبان خدا کے مزارات بھی شعائر اللہ ہیں (تفسیر روح البیان)

اسی لیے انکی تعظیم وتوقیر بھی مستحسن ومحمود اور دلوں کے تقوے کی علامت ہیں۔اسی لیے انکی تعظیم کے باعث ہی علامہ عبدالغنی نابلسی نے بھی اولیاء کاملین کے ساتھ ساتھ ان کے مزارات کو بھی شعائر اللہ قرار دیا۔

اور اولیاء کاملین کا ادب واحترام ان کی حیات وممات میں یکساں لازم ہے۔کیونکہ انکی اس حیات سے حیات برزخی کا مقام اعلیٰ وارفع ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

﴿ ولنحيينه حياة طيبه ﴾

ان اولیاء کرام کی حیات ظاہری بھی ہماری حیات سے مختلف ہوتی ہے اور حیات برزخی کا عالم کیا ہوگا ہم جیتے جی بھی مردہ ہیں کہ ہم یاد الٰہی سے غافل ہوتے ہیں۔

حضرت تاجدار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

﴿ عن ابی موسیٰ اشعری قال قال النبی ﷺ مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر ربه مثل الحیی والمیت ﴾ (بخاری شریف)

ترجمہ: جوشخص ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا اس کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے ہم ذکر نہ کر کے جیتے جی بھی مردہ ہیں۔اور یہ ذکر الٰہی میں فنا ہو کر بعد از وصال بھی زندہ ہیں۔

ایک مقام پر اس طرح بھی ارشاد فرمایا۔

﴿ الا نبیاء والشهدآء والصلحاء حی یحجون و یصلون و یصومون ﴾

ترجمہ: انبیاء،شہداء اور صلحاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں وہ حج بھی کرتے ہیں،نماز بھی پڑھتے ہیں اور روزے بھی رکھتے ہیں۔

لہذا اولیاء کاملین کا ادب واحترام حیات اور بعد از وصال بھی یکساں لازم ہے اور انکی

قبور پر چادریں ڈالنا، عمامے رکھنا اسی ادب واحترام اور تعظیم وتو قیر کا حصہ ہے۔

ہم میں سے کوئی بھی مزارات اولیاء کرام کو نہ کعبہ تصور کرتا ہے نہ کعبہ جیسے احکامات ان پر چسپاں کرتا ہے۔ بلکہ صرف محبوبین خدا اور برگذیدہ ہستیاں ہونے کے سبب انکا ادب واحترام کرتا ہے اور مومن دیگر مومنین کے بارے میں بھلائی کے سوا کوئی گمان نہیں کرسکتا ہے۔

امام سیوطیؒ نے جامع صغیر میں یہ حدیث روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''حسن ظن حسن عبادت ہے''

اور مومنین کو اللہ تعالیٰ نے زیادہ گمان کرنے سے منع بھی فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿ یاایھا الذین امنوا اجتنبو اکثیراً من الظن ان بعض الظن اثم ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو زیادہ گمانوں سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔

کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ ہر امر نو یعنی نئے کام کا انکار کردے جو دور اول میں نہیں تھا۔ جب تک اسکی قباحت وحرمت پر مطلع نہ ہو جائے۔ یا جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ یہ کام تاجدار مدینہ ﷺ کی شریعت سے متصادم ہے کیا نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ''جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اس کا ثواب ہوگا اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب ہوگا'' حضور اکرم ﷺ نے ان امور کو سنت قرار دیا ہے جنہیں امت آپ کے بعد ایجاد کرے گی بشرطیکہ مقصود شریعت کے خلاف نہ ہوں اسی بنا پر جو بدعت حسنہ موافق مقصود شریعت ہو تو فرمان نبی کریم ﷺ کے تحت سنت کہلائے گی۔

آخر نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان عظیم بھی تو مشعل راہ ہے کہ جو کام عند المومنین و مسلمین احسن ہے وہ عنداللہ بھی احسن ہے''ماراہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن'' اور الحمدللہ یہ سارے افعال اولیاء کرام کے ساتھ محبت اور ان کی عزت وتکریم کی بنا پر کیے جاتے ہیں ۔نہ صرف محبت کیوجہ سے بلکہ ادب کی وجہ سے کیے جاتے ہیں۔ چونکہ محبت کے قرینوں میں ادب

پہلا قرینہ ہے۔ادب کی بات چلی تو یاد آیا شیخ اشرف علی تھانوی نے اپنی تصنیف (افاضات یومیہ) میں ادب کے حوالے سے ایک واقع درج کیا جو یہاں بیان کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

''ایک شخص حضرت احمد بن حنبل کے زمانے میں انتقال کر گیا کسی نے اس کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت صرف ایک ایسے عمل پر فرمادی کہ جس کو میں معمولی سمجھتا تھا وہ یہ کہ ایک دفعہ ایک نہر پر وضو کر رہا تھا کہ حضرت امام احمد بن حنبل آئے اور میرے بائیں طرف بیٹھ کر وضو کرنے لگے۔ اس طرح میرا مستعمل پانی ان کے پاس سے گذرتا تھا مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ تو بے ادبی ہے اور خلاف اُدب ہے کہ ایک مرد صالح میرے مستعمل پانی سے وضو کرے میں اٹھ کر انکی پاؤں کی طرف بیٹھ گیا (تاکہ ان کا مستعمل پانی میرے استعمال میں آئے) بس اسی عمل پر میری مغفرت ہوگئی کہ تم نے ہمارے مقبول وصالح بندے کا ادب کیا ہے۔(الافاضات یومیہ ص ۲۷۱)

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب
بے ادب خود را نہ تنہا داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

بلکہ مولوی اشرفعلی تھانوی نے اپنی کتاب (التکشف) کے صفحہ ۶۶۳ میں ایک حدیث درج کی ہے اس کے تحت لکھتے ہیں ف۔'' ادب موتی کالا حیا'' بزرگوں نے لکھا ہے کہ ہر مردہ کی قبر پر حاضر ہو کر اس کا اتنا ادب کرے کہ جتنا حالت حیات میں کرتا تھا۔

بلکہ علماء کرام نے تو یہاں تک فرمایا ہے ﴿تعظیما روح المشرقة علی تراب جسده﴾ یعنی بزرگوں کے مزارات پر پھول ڈالنا، چادر چڑھانا یہ محض انکی روح کی تعظیم وادب کے لئے کیا جاتا ہے۔اور لوگوں کو دکھایا جاتا ہے۔کہ یہ کسی محبوب خدا کا مزار ہے'' (الحدیقة الندیة ص ۶۳۰)

حضرت شیخ شاہ عبدالحق محدث دہلوی اس ادب کرنے کا فائدہ بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ۔

''صالحین اپنے زائرین کے ادب کے مطابق انکی بے حد مدد کرتے ہیں۔

(اشعۃ اللمعات ص ۷۲۰)

اسی طرح شاہ ولی اللہ محمد شاہ دہلوی بھی فرماتے ہیں'' کامل بندے کا جب نتقال ہوتا ہے تو نہ وہ خود گم ہوتا ہے نہ ہی اس کا کمال بلکہ بدستور اپنے حال پر رہتا ہے۔(فیوض الحرمین)

''بلکہ شاہ تو ہمعات میں یہاں تک فرماتے ہیں'' کہ چاہیے کہ زائرین ان اہل اللہ کی قبور کی زیارت کو جائے تو وہاں جا کر ان سے خیر کی بھیک مانگے ''

یہ ادب کا تقاضا ہی ہے کہ حضور ﷺ کے فرامین میں قبروں پر بیٹھنے۔قبروں سے ٹیک لگانے ،قبروں میں جوتوں سمیت چلنے سے منع فرمایا گیا بلکہ میت کو ایذا دینا قرار دیا گیا۔ملاحظہ ہوں (ابو داؤد شریف ،طحطاوی ،نسائی شریف ،معجم کبیر،مشکوۃ شریف) بلکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ، محمد شاہ اعظم حکیم الامت محمد بن ،علی ترمذی اور حضرت عبدالغنی نابلسی ، جیسی نابغۂ روزگار شخصیات نے ان روایات سے یہ اخذ کیا ہے کیونکہ میت کی روح اس اپنی اہانت و ذلت اور بے حرمتی کو جان لیتی ہے۔اس لیے ان امور سے منع کیا گیا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر کسی عام مسلم و مومن کی روح اپنی قبر کی توہین و اہانت کو کسی پاؤں کی ٹھوکر یا مس ہونے سے جان لیتی ہے تو اولیاءکرام کی روح اپنی قبر کی توقیر و عظمت کسی کے ہاتھ سے چادر و پھول چڑھانے سے کیوں نہیں جان سکتی۔(راقم الحروف)

پھول کا بیان

اولیا اللہ کی قبور و مزارات کو پھولوں سے سجایا جاتا ہے یعنی پھول اور پھول کی پتیاں ڈالی جاتی ہیں اس کی حقیقت جاننے کے لیے ہم سب سے پہلے پھول کے وجود کو لغت اور قرآن وحدیث سے اخذ کرتے ہیں ہم تب ہی ان پھولوں کو مزارات پر ڈالنے کی حقیقت سے واقف ہونگے۔

اردو میں پھول کے لیے لفظ گل استعمال ہوا ہے۔ حالانکہ گل فارسی کا لفظ ہے اور فیروز اللغات میں اس کا معنیٰ گلاب کا پھول ہے۔ اسی طرح فارسی میں ۱۶ پھولوں کا ذکر کیا گیا ہے جنکو فیروز اللغات میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ انگلش میں عام پھول کے لیے (Flower) استعمال ہوا ہے جبکہ گلاب کے لیے بھی الگ لفظ (Rose) استعمال ہوا ہے۔ چادر کی طرح پھول بھی قبروں کی زینت بنتے ہیں اور مدفونین کے لیے باعثِ بلندی درجات بنتے ہیں اور زائرین ومعتقدین کے لیے خوشبو اور تبرک کا سبب بنتے ہیں

فرمایا باوا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ اور حمید الدین ناگوری رضی اللہ عنہ دونوں ہم عصر ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے سے وعدہ لیا تھا کہ جس کا وصال پہلے ہو دوسرے کو بتائے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کونسا عمل زیادہ محبوب و مقبول ہے۔ چنانچہ جب حضرت باوا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔ تو خواجہ حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ قلم دوات کاغذ لے کر ان کے مزار پر گئے اور حسب وعدہ سرہانے کی طرف غلاف کے نیچے قلم دوات کاغذ رکھ دیئے اور عرض کیا خواب میں بتایا ہوا یقین نہ کروں گا اس کاغذ پر لکھ دیویں۔ دوسرے روز کاغذ آکر اٹھایا۔ اس پر مندرجہ ذیل شعر لکھا ہوا تھا۔

جملہ فنون شیخ نیرزد بہ نیم خس
راحت بہ دل رساں کہ ہمیں مشرب است و بس

☆عربی لغت میں مستعمل پھول کے لیے الفاظ''

1۔البهار	ایک خوشبودار پھول	المنجد صفحہ 104 المعجم الوسیط صفحہ 88
2۔التباریج	نباتات کے پھول	المنجد صفحہ 80
	پھول	المعجم الوسیط صفحہ 61
3۔دوار الشمس	سورج مکھی کا پھول	المنجد صفحہ 343
4۔نسرین	گل سیوتی	المنجد صفحہ 1012
	پکی اور عمدہ خوشبو والا سفید پھول	المعجم الوسیط صفحہ 1114
5۔الرعث الرمان	انار کا پھول/شگوفہ	المنجد صفحہ 391
	انار کا پھول	المعجم الوسیط صفحہ 417
6۔زهرة	سرسبزی/تازگی	قاموس القرآن صفحہ 266
	پھول/شگوفہ	المنجد صفحہ 444
	پھول	المعجم الوسیط صفحہ 478
7۔الوعاط	زرد گلاب کا پھول	المنجد صفحہ 1094
8۔ریحان	خوشبودار گھاس/روزی (پھول)	قاموس القرآن صفحہ 260
	شفویہ کا ایک خوشبودار پھول	المعجم الوسیط صفحہ 450
8۔ریحان	روزی (پھول) جمع ریاحین	المنجد صفحہ 416
9۔الوردة	گلاب کا پھول	قاموس القرآن صفحہ 634
	الورد	المعجم الوسیط صفحہ 1247
		المنجد صفحہ 1078

10۔الجل	چنبیلی / گلاب کا پھول خواہ سفید ہو یا سرخ ہو یا زرد	المنجد صفحہ 158
	چنبیلی یا گلاب کا پھول	المعجم الوسیط صفحہ 155
11۔العمار	پھول / گل ریحان	المعجم الوسیط صفحہ 745
پھول		المنجد صفحہ 681
12۔الفغو	حنا کا پھول	المنجد صفحہ 756
الفغوۃ	پھول	المعجم الوسیط صفحہ 837

قرآن پاک میں پھول کا ذکر

ریحان

﴿ والحب ذوالعصف و الریحان ﴾ (الرحمٰن 12 پ 27)

﴿فروح و ریحان و حبنۃ نعیم ﴾ (الواقعہ 89 پ 27)

الورد

﴿ فکانت وردۃ کالدھان ﴾ (الرحمٰن 37 پ 27)

زھرۃ

﴿ زھرۃ الحیوۃ الدنیا ﴾ (طہٰ 121)

پھول کا ذکر احادیث نبوی ﷺ میں

نام	تعداد	نام کتب	نام ابواب
زھرۃ	7 مرتبہ	صحاح ستہ + مسند دارمی	

ریحان　　　10مرتبہ

وردۃ　　　4مرتبہ　　　بخاری شریف+ابوداؤدشریف

☆زھرۃ کاذکرایک مرتبہ قرآن پاک میں اور 7مرتبہ احادیث میں وارد ہے اور ہر جگہ اسکا معنی دنیا کی آرائش یا تازگی کیا گیا ہے۔

چونکہ لغوی اعتبار سے کچھ نے اسکا معنی پھول کیا تھا ہم نے اس کا ذکر ضروری سمجھا اب دو دو ایسی روایات پیش کرر ہا ہوں جن میں ریحان اور وردۃ کا ذکر آیا ہے۔

ریحان

1۔﴿قال ابن عباس یشم المحرم الریحان﴾　　(بخاری شریف کتاب المناسک)

ترجمہ: ابن عباسؓ نے فرمایا کہ احرام والا خوشبودار پھول سونگھ سکتا ہے۔(تا آخر)

2۔　﴿وقال النبی ﷺ هما ریحا نتای من الدنیا﴾

(بخاری شریف کتاب المناقب صفحہ 415

ترجمہ: اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں یہ (حسن وحسینؓ) میرے دو پھول ہیں۔

ایک اور روایت میں نبی کریم ﷺ نے ریحان کو جنتی پھول یا جنتی خوشبودار قرار دیا۔

3۔　﴿عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من عرض علیه ریحان فلا یرده فانه خفیف المحمل طیب الریح﴾(مسلم شریف)

ترجمہ: حضرت ابوھریرۃ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو ریحان پیش کیا جائے تو وہ واپس نہ کرے کیونکہ یہ ایک ہلکی چیز ہے اور اسکی مہک اچھی ہے۔

4۔﴿عن ابو عثمان هدی قال قال رسول الله ﷺ اذا اعطی احد کم الریحان فلا یرده فانه خرج من الجنة﴾

ترجمہ: حضرت ابوعثمان ھدی سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سے

کسی کو ریحان (خوشبو) دی جائے تو اس کا انکار نہ کرے کیونکہ وہ جنت سے ہے

گل ریحان کی مختصر روداد

ریحان کے مختلف زبانوں میں مختلف نام ہیں مثلاً ہندی میں تلسی انگریزی میں **SWEET BASIL** یونانی میں **BA-SILICUM-OCIMIUM** فارسی مین نازبو عرف عام میں تخملنگان زبان طب وحکمت میں بالنگو اور عربی میں ریحان کہتے ہیں۔

ہندو مذہب کے بعض افراد اس کے تنے کو آدھے یا پونے انچ چوڑائی کے ٹکڑوں میں کاٹ لیتے ہیں پھر سوتی اور موٹے دھاگے کی مدد سے مالا بنا لیتے ہیں اور اسے گردن میں پہنے رکھنا برائیوں سے حفاظت کا ضامن سمجھتے ہیں۔

طبی فوائد

لگے ہاتھوں اس حوالہ سے اس کا تعارف بیان کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

1۔اس کے پتے بخار۔نظامِ ہاضمہ کی خرابی۔ پیٹ کے کیڑوں سے نجات کا سبب ہیں۔

2۔اس کے پتوں کا جوشاندہ سردی لگنے اور انفلوائنزا میں مفید ہے۔

3۔اس کے پتوں کو ناریل کے تیل میں اتنا پکایا جائے کہ پتے سیاہ ہو جائیں تو وہ تیل ٹھنڈا کر کے کیل مہاسوں کے دافع کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

4۔تخم ریحان کو گرمی کے اثرات زائل کرنے کے لئے شربت میں استعمال کیا جاتا ہے

وردة . احادیث نبویہ میں پھول کے لئے لفظ وردة تو کہیں استعمال نہیں ہوا مگر گلابی رنگ کے لئے **4** مقامات پر ''موردة'' استعمال ہوا۔لہذا اسکا حوالہ بھی دے دیا گیا۔

دیکھیے کتاب اللباس ابوداؤد شریف صفحہ نمبر **231** میں ہے۔

﴿المضرجة التی لیست بمشبعة ولا الموردة﴾

کتاب الحج بخاری شریف صفحہ 600 پر ہے ''ورایت درعا مورد''

الحمدللہ مطلقاً پھولوں کا ذکر بھی قرآن وحدیث سے معلوم ہو گیا۔

گلاب کی مختصر روداد

گلاب کا قدیم لاطینی نام ''روزا'' ہے فارسی میں نسرین عربی میں اور آرمینی میں ورد اور اردو میں گلاب کہتے ہیں۔ گلاب کئی رنگوں میں دستیاب ہوتا ہے ایک حوالہ کے ساتھ گلاب کی 250 اقسام ہیں گلاب کی عمر 20 ملین سال بتائی جاتی ہے۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ زمین پر انسان کی آمد سے قبل گلاب موجود تھا لیکن یہ خیال احادیث نبویہ کے خلاف نظر آتا ہے ۔اسکا عطر دنیا کی عظیم خوشبوؤں میں سے اہم مقام رکھتا ہے عرب ممالک میں آج بھی اس کی خوشبو بکثرت و بخوشی استعمال کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں گلاب کا قدیم ترین پودا آج بھی جرمنی میں موجود ہے۔

طبی فوائد۔

1۔گلاب کی پتیاں تل کے گرم تیل میں شامل کر کے پھر اس تیل کو دماغی کمزوری کے لئے سر میں لگایا جاتا ہے۔ سرسام وغیرہ میں بھی مفید ہے۔

2۔سائے میں خشک کی ہوئی پنکھڑیاں سے گرمیوں میں ٹھنڈا شربت تیار کیا جاتا ہے۔

3۔روغن گلاب، دافع ورم۔ جراثیم کش۔ دافع دق وسل۔ دافع تشنج ہوتا ہے۔

4۔روغن گلاب میں زخم بھرنے۔ پیشاب صاف لانے۔ بدبو دور کرنے۔ تقویت باہ کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔

5۔عرق گلاب بھوک لاتا ہے۔ قبض دور کرتا ہے۔ مقوی قلب اور مقوی جگر کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

6۔عرق گلاب سے آنکھوں کی سوجن اور جلن دور ہوتی ہے

ایک عجیب پھول

ابن نجار وغیرہ نے ابوالحسن علی بن عبداللہ ہاشمی سے روایت کیا ہے کہ میں بلاد ہند میں گیا تو میں نے ایک گاؤں میں سیاہ رنگ کے پھول کا ایک درخت دیکھا وہ سیاہ پھول ایک بڑے پھول میں کھلتا تھا۔نہایت پاکیزہ خوشبو تھی اسکی پنکھڑیوں کا رنگ سیاہ تھا اور پتیوں پر سفید حروف میں ﴿ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکر الصدیق عمر الفاروق** ﴾ درج تھا۔ مجھے گمان ہوا کہ یہ شاید پھول مصنوعی ہے۔اسکے بعد میری نظر ایک اور کلی پر پڑی وہ بھی ایسی ہی تھی اس بستی میں بکثرت پھول ایسے تھے حالانکہ اہل قریہ بت پرست تھے۔(خصائص کبریٰ ج ۲ از سیوطی)

2۔اسی روایت کو قاضی عیاض مالکیؒ نے دیگر الفاظ میں اسطرح نقل کیا ہے کہ۔

''ہندوستان کے کسی شہر میں ایک سرخ گلاب کا پھول ہے اس پر سفید خط کے ساتھ ﴿ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ﴾ مکتوب ہے۔۔۔۔۔۔۔(الشفا شریف)

3۔ہمارے گاؤں کے قریب ''20 میل'' گاؤں ہے ابھی ماضی قریب میں وہاں کسی کے گھر میں سورج مکھی کا ایک پھول کھلا جس کے درمیان میں قدرتی طور پر ''یا علی'' نمایاں طور پر لکھا ہوا تھا غالباً وہ پھول اب بھی موجود ہے کافی دور دراز سے لوگ اس کی زیارت کے لئے آتے ہیں گلاب کے پھول کی ایک اور قدر و منزلت بیان کرتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق بن محمد نے فرمایا کہ

فرشتوں کی خوشبو گلاب کے پھول جیسی ہے۔اور انبیاء کرام کی خوشبو ناشپاتی جیسی ہے ۔۔۔۔(الحبائک فی اخبار الملائک از سیوطی)

تخلیق گل

احادیث نبویہ میں ہے کہ حضور تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے پسینہ مبارک سے گلاب کا پھول پیدا ہوا ہے ایک جگہ مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گل سفید یعنی چنبیلی میرے پسینے سے شب معراج پیدا ہوئی گل سرخ یعنی گلاب جبرائیل علیہ اسلام کے پسینہ سے اور گل زرد یعنی چمبا براق کے پسینے سے پیدا ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ گلاب کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خوبصورتی سے پیدا کیا۔ (کتاب فردوس)

ایک روایت میں اسطرح مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ معراج کی رات واپسی پر میرے پسینے کا ایک قطرہ زمین پر گرا تو اس سے گلاب کی روئیدگی ہوئی جو کوئی میری خوشبو سونگھنا چاہے وہ گلاب کو سونگھے۔

ایک روایت میں کچھ یوں الفاظ استعمال ہوئے ہیں کہ جب میرے پسینے کا قطرہ زمین پر گرا تو زمین مسکرائی اور زمین نے پھول گلاب اگایا۔

ان مذکورہ بالا روایات کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی نقل کیا ہے

(مدارج النبوت جلد اول)

میری نظر میں محدثین کرام کا ان احادیث میں اصطلاحاً کلام واختلاف گذرا ہے مگر صاحب مواہب الدنیہ نے مواہب الدتیہ میں ابو الفرح نہروانی سے مروی وہ روایت قابل مطالعہ ہے آپ نے فرمایا کہ ان احادیث میں جو کچھ بیان ہوا وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بحر فضل وکرم کا ایک قطرہ ہے اور اس کثرت میں سے بہت تھوڑا ہے جن سے پروردگار نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکرم فرمایا:

﴿ کما قال اللہ تعالیٰ انا عطینک الکوثر ﴾

محدثین کرام کا ان میں کلام کرنا اسناد کی تحقیق و تصیح کے لئے برائے اصطلاح و وضاحت تھا نہ کہ محال و ناممکن ہونے کی بنا پر (واللہ اعلم ورسولہ)

میں یہ کہتا ہوں کہ اگر نبی کریم ﷺ کے بول و براز زمین کے جس حصے پر پڑتے وہاں سے خوشبو پھیل سکتی ہے۔ تو پسینہ مبارک کے فضائل میں تو احادیث کثیرہ موجود ہیں صحابہ و صحابیات نے اس عرق عنبرین کو سنبھال کر رکھا اور بڑی بڑی محافل میں اسکو استعمال کیا۔ بلکہ آپ کے پسینہ کی خوشبو سے تو سارا مدینہ مہک اٹھتا جس گھر میں پسینہ سے بھرپور بند شیشی رکھی گئی وہ گھر ''بیت المطیبین'' سے ملقب ہوا۔

کیا عجب کہ اسی مقدس و معطر، مطہر پسینہ مبارک کا قطرہ زمین پر گرے اور وہاں سے گلاب پیدا ہو۔

انہی کی بو مایہ سمن ہے انہی کا جلوہ چمن چمن ہے
انہی سے گلشن مہک رہے ہیں انہی کی رنگت گلاب میں ہے

ایک اہم گزارش

الحمدللہ ہمارا مسلک محبت وادب کا غماض ہے اور ہمارے مسلک حقہ کی حقانیت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس میں تحریر وتقریر، درس وتدریس، قول وفعل یہاں تک کہ فتویٰ نویسی تک میں ادب ومحبت کوملحوظ رکھا جاتا ہے۔۔میرا خیال ہے اگرایسی محبت کی جھلک گلاب کے پھولوں کے استعمال کے وقت بھی نظر آئے تو کیا ہی اچھا ہوگا دیکھیں آج کل جلسے، جلوسوں میں چاہے وہ سیاسی ہوں یا مذہبی بے تحاشا گلاب کی پتیاں رہبران مذہب وسیاست پر نچھاور کی جاتی ہیں۔پھر بے احتیاطی کی انتہا کہ ان کو پاؤں کے نیچے مسلا جاتا ہے۔جو نہ صرف گلاب کے پھول کی بلکہ حضور ﷺ کے عنبرین پسینے کی بے ادبی وتوہین ہے اور ساتھ ساتھ محبت وادب کے خلاف ہے لہذا میری گذارش یہ ہے کہ کسی احسن طریقے سے انکا استعمال کیا جائے کم ازکم انکو پاؤں کے تلے مسلنے اور کچلنے سے بچایا جائے۔

قبر پر پھول

اس موضوع سے قبل پھول کے حوالے سے جتنی دلچسپ تحریر آپکی نظروں سے گذری ہے وہ یقیناً فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

قارئین محترم! ہمارا اصل موضوع۔مدعا تو یہ ہے کہ قبر پر پھول چڑھانا جائز ہے؟ ،ناجائز ؟ بدعت ہے ؟یا حرام ہے؟ اسراف ہے یا کچھ بھی نام دے لیں آئیں یہی کچھ جاننے کے لئے ذیل کی تحریر کا مطالعہ کرتے ہیں۔

ہر مومن ومسلم کی قبر پر پھول ڈالنا جائز ہے۔چاہے اس کا تعلق گناہ گار عوام الناس سے ہو یا اولیاء کرام صلحاء عظام یا علماء کرام جیسے عظیم طبقہ سے ہو۔

پھول کا تعلق بھی نباتاتی مخلوق کے ساتھ ہے اور ہر مخلوق کا خالق وہی اللہ رب العزت

ہے جو ہم اشرف المخلوقات کا ہے(اشرف المخلوقات) کی خوش فہمی ہی نے ہمیں اپنے مقصد حیات سے دور کر دیا ہے آخر یہی انسان باقی مخلوقات سے اپنی بخشش کرانے کا محتاج نظر آتا ہے۔

کہیں ملائکہ اس کے لئے استغفار کرتے نظر آتے ہیں ۔جیسا کہ ارشاد بار تعالیٰ ہے﴿ و الملئکته یسبحون بحمد ربھم و یستغفر ون لمن فی الارض ﴾ کہیں کعبۃ اللہ کے پتھر ایک بیت اللہ کی شکل اختیار کرنے کے بعد اپنے گرد طواف کرنے والوں کی بخشش کا ذریعہ بن رہا ہے کہیں اسی گھر کو فقط ایک نظر دیکھنے والا بھی بخشا جا رہا ہے۔اور اسے بھی مغفرت کا مژدہ سنایا جا رہا ہے حالانکہ اس گھر کے پتھر بھی اللہ کی مخلوق ہیں ۔حضرت مسیب رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ کملی والے آقا علیہ اسلام نے ارشاد فرمایا ﴿ من نظر الی الکعبة ایمانا و تصدیقا خرج من الخطایا کیوم ولدته امه ﴾

کہیں گنبد خضریٰ گناہوں کے دور کرنے اور مغفرت کے حوالے سے اس اشرف المخلوقات کا سہارا نظر آتا ہے۔حالانکہ گنبد خضریٰ کا ایک ایک ذرہ اللہ کی مخلوق ہے۔صحیح بخاری میں ہے۔﴿ انها طیبة تنفی الذنوب کما ینفی الکیر خبث الفضة ﴾

کہیں حجر اسود جیسا پتھر بھی اپنے چومنے پر بندے کی بخشش و مغفرت کا سامان بن رہا ہے حالانکہ یہ بھی اللہ کی مخلوق ہے۔کہیں پانی انسان کی بخشش و درجات میں بلندی کا ذریعہ بنتا ہے یہ بھی اللہ کی مخلوق ہے جیسا کہ ''بئر ام سعد (سنن ابو داؤد)۔کہیں پھل انسان کی بخشش کا سامان بن رہا ہے یہ بھی اللہ کی مخلوق ہے جیسا کہ ابن عباس کی روایت کردہ حدیث سے ثابت ہے یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔کہیں دریا کی مچھلیاں اسکی مغفرت کی دعا کرتی نظر آتی ہیں۔ جیسا کہ روزہ دار اور طالب علم کے لئے حدیث میں موجود ہے۔اسطرح اگر لکھنا شروع کر دوں تو مخلوقات میں سے کئی مخلوقات کے بارے میں یہ تحریر کیا جا سکتا ہے کہ وہ زندہ و مردہ مسلم و مومن کی مغفرت و بخشش کا ذریعہ ہیں۔

تو ان مستنیر حوالوں سے ماننا پڑے گا کہ پھول بھی ایک مخلوق ہے اسکا تسبیح کرنا بھی مصدقہ ہے تو یہ بھی کہیں بخشش و مغفرت اور کہیں درجات میں بلندی کا سبب بن سکتا ہے۔علماء کرام نے پھولوں کا مزارات اولیاء پر یا عام قبور پر چڑھانے کا جو جواز لیا ہے وہ صحیح بخاری و مسلم کی حضرت ابن عباس سے روایت کردہ ایک حدیث ہے۔

ٹھیک ہے اس میں صرف قبر پر ہری ٹہنی رکھنے کا ذکر آیا ہے پھر بھی علماء کرام نے اس حدیث پاک سے یہ استنباط کیا ہے کہ قبروں پر پھول رکھنا جائز ہے۔جن احادیث مبارکہ سے قبر پر پھول رکھنا استنباط کیا ہے آیئے پہلے ان کا مطالعہ کرتے ہیں۔

''قبر پر سبزہ احادیث نبوی کی روشنی میں''

صحیح بخاری شریف میں کتاب الجنائز میں پورا باب ''اجرید علی القبر'' باندھا ہے۔

حدیث نمبر 1۔ ﴿واوصی بریدة الاسلمی ان یجعل فی قبره جریدان﴾

ترجمہ: حضرت بریدہ اسلمی نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دوشاخیں گاڑ دی جائیں۔

ف۔اس حدیث میں ﴿فی قبره﴾ استعمال ہوا جس کا بظاہر معنی قبر میں بنتا ہے لیکن بالعموم اس کا ترجمہ ''قبر پر گاڑھنا'' کیا گیا ہے چونکہ قبر پر شاخیں رکھنا عملاً نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے پس اس کے پیش نظر ترجمہ '' قبر پر رکھنا یا گاڑھنا'' کیا گیا ہے۔حالانکہ میرے خیال میں روایت مذکورہ کے الفاظ کے مطابق اگر قبر میں بھی شاخیں رکھ دی جائیں تو فائدہ تو وہی ہوگا جو قبر پر گاڑھنے سے حاصل ہوگا۔کیونکہ شاخ سے فائدہ حاصل نہیں ہو رہا بلکہ اس کی تسبیح سے ہو رہا ہے ۔تو اگر قبر پر گاڑھنے سے اسکی تیبھ سے قبر کے اندر مردہ کو فائدہ پہنچ سکتا ہے تو قبر میں مردے کے پاس رکھنے سے فائدہ حاصل کیوں نہیں ہوگا۔جبکہ وہاں بھی فائدہ اسکی تسبیح سے ہی ہوگا۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی تحریر فرماتے ہیں کہ جب ان کا یعنی حضرت بریدہ اسلمی

رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا وہ کرماں اور قومس کے درمیان جنگل کا مقام تھا تو ساتھیوں نے وصیت یاد دلائی مگر وہاں شاخیں نہ ملیں ابھی وہ حیران ہی تھے کہ کیا کریں اچانک سجستان کی جانب سے کچھ سوار آتے دکھائی دیے انکے پاس کچھ شاخیں تھیں انہوں نے دو شاخیں ان سے لے لیں اور انہیں قبر میں ساتھ ہی رکھ دیا۔ (شرح الصدور از سیوطی)

علامہ بدرالدین عینی حنفی تحریر فرماتے ہیں

حضرت بریدہ اسلمی کا انتقال باسٹھ ہجری میں ہوا تھا۔اس میں حکمت یہ تھی کہ کھجور کے درخت کی برکت حاصل کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شجرہ طیبہ فرمایا ہے اور نبی کریم ﷺ کی اقتداء کی جائے کیونکہ آپ نے درخت کی شاخ کے دو ٹکڑے قبر پر رکھے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد 8)

حدیث نمبر 2۔

﴿عن ابن عباس عن النبی ﷺ انه مر بقبرين يعذبان فقال انهما ليعذبان وما يعذبان فی كبيرا ما احد هما فكا ن لا يستتر من البول واما الاخر فكان يمشی بالنمية ثم اخذ جريدة رطبة فشقها بنصفين ثم غرزفی كل قبر واحدة فقالو يارسول الله لم صنعت هذا فقال لعله ان يخفف عنهما مالم ييبسا﴾ (بخاری شریف کتاب الجنائز صفحہ 517)

ترجمہ: حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے جنہیں عذاب دیا جا رہا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے لیکن کسی خاص اور بڑے جرم کی پاداش میں نہیں ان میں سے ایک تو پیشاب (کے چھینٹوں) سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔پھر ایک سبز شاخ لی اور اسکے دو ٹکڑے کر کے ایک ایک قبر پر رکھ دیے۔لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ کس مقصد کے لئے ہیں ؟ فرمایا جب تک یہ سرسبز

رہیں گے شاید انکے عذاب میں تخفیف کردی جائے۔

☆ اس حدیث مبارکہ کو مسلم شریف / مشکوہ شریف میں اور علامہ ابن قیم نے کتاب الروح میں بھی نقل کیا ہے۔

ف۔ حدیث مذکورہ میں عملاً نبی پاک ﷺ سے قبر پر ہری شاخیں رکھنا ثابت ہوئیں۔اس حدیث مبارکہ سے علماء اکرام نے چند مسائل مستنبط کیے ہیں جن کو قارئین کے لئے درج کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

1. غیبت اور پیشاب کی چھینٹیں عذاب کا سبب ہیں۔
2۔ نبی کریم ﷺ کو یہ معلوم تھا کہ ان کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔
3۔ نبی کریم ﷺ کو ان کے ان اعمال کی بھی خبر تھی جو باعث عذاب ہوئے

1۔ نبی کریم ﷺ کو یہ بھی معلوم تھا کہ انہیں عذاب کیوں دیا جارہا ہے

2۔ درخت جب تک سرسبز رہے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتا ہے۔اسکی تسبیح سے قبر کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔

3۔ بعض گناہوں کو انسان معمولی گناہ تصور کر کے ان میں مبتلا ہوتا ہے۔اور ان سے بچنے میں کوتاہی برتتا ہے تو وہ عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

4۔ اگر تسبیح نباتات سے اشرف المخلوقات یعنی انسان کو فائدہ ہوسکتا ہے تو ہم جنس یعنی انسان کی تسبیحات سے دوسرے انسان کو فائدہ کیوں نہیں ہوسکتا۔

''عقیدہ ومحبت کی بات''

حدیث کی روشنی میں پتہ چلا کہ سرکار مدینہ ﷺ کی نگاہ مقدس کے سامنے کوئی چیز آڑ نہیں بن سکتی جیسا کہ آپ نے زمین کے اندر عذاب میں مبتلا دو شخصوں کو بیک وقت الگ الگ قبروں میں ملاحظہ فرمالیا بلکہ بتادیا کہ فلاں شخص فلان گناہ کی وجہ سے اور فلاں شخص فلاں گناہ کی وجہ سے گرفتار عذاب ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ جب زمین کا بیرونی حصہ نگاہِ مصطفوی ﷺ کے لئے اندرونی حصے کو ملاحظہ کرنے میں رکاوٹ نہیں بن سکتا تو زمین کے اوپر بنے ہوئے دیوار وگنبد زمین کے اوپر والی شے نگاہ مصطفیٰ کریم ﷺ کے درمیان کیسے رکاوٹ بن سکتی ہے۔

میرے سرکار مدینہ ﷺ پر نہ صرف ان کے اعمال منکشف ہوئے بلکہ ان کا علاج بھی عملاً کر کے دکھایا۔ اسی حدیث مبارکہ سے علماء وفقہا نے قبروں پر سبزہ اور پھول وغیرہ ڈالنے کا جواز اخذ کیا ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ سبزہ اور پھول کی تسبیحات سے مردے کو فائدہ حاصل ہوتا ہے عاقلوں کے نزدیک یہ بات بھی مسلمہ ہوگئی کہ اگر سبزہ اور پھول کی تسبیحات واذکار سے مردے کو فائدہ ہوسکتا ہے اور باعث تخفیف عذاب ہوتا ہے تو انسان کی تسبیحات واذکار اور تلاوت قرآن مجید دوسرے انسان کے لئے کیوں باعث نجات ونافع نہیں ہوسکتے

حدیث نمبر 3 ﴿**قال ابن عباس مر النبی ﷺ علی قبرین فقال انهما لیعذبان وما لیعذبان من کبیر ثم قال بلی اما احد هما فکان یسعیٰ بالنمیمة واما احد هما فکان لا یستتر من بوله قال ثم اخذ عودا رطبا فکسره با ثنتین ثم غرز کل واحد منهما علی قبر ثم قال لعله یخفف عنهما مالم ییبسا**﴾(**بخاری شریف کتاب الجنائز ص ۵۲۳**)

ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کا دو قبروں پر سے گذر ہوا

فرمایا انہیں عذاب ہو رہا ہے اور کوئی خاص وجہ بھی نہیں ان میں ایک چغل خور اور دوسرا پیشاب سے احتیاط نہ کرتا تھا۔ ابن عباس کہتے ہیں آپ نے ایک سبز شاخ لے کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور ہر ایک قبر پر رکھ دیے پھر فرمایا جب تک یہ خشک نہیں ہونگے امید ہے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

ف۔ یہ حدیث مبارکہ بھی سابقہ راوی سے ہی روایت کردہ ہے چند الفاظ کے آگے پیچھے ہونے کے ساتھ مفہوماً اسی طرح ہے اس سے قبل حدیث میں ''جریدة رطبة'' لفظ استعمال ہوا اور اس حدیث میں ''عودا رطبا'' لفظ استعمال ہو رہے ہیں لغوی اعتبار سے صرف فرق اتنا ہے کہ ''جریدہ رطبة'' کھجور کی سبز ٹہنی کو کہتے ہیں۔ اور جسکے پتے اتار لیے گئے ہوں (کمافی المنجد والمعجم) اور عواد رطبا کھجور کی کٹی ہوئی شاخ کو کہتے ہیں فقط لفظ عود ہر لکڑی چاہے موٹی ہو یا پتلی خشک ہو یا تر مہک خوشبودار لکڑی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مفہوماً دونوں جگہ کھجور کی سبز ٹہنی ہی بیان کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر 4۔

﴿عن ابن عباس قال مر رسول الله ﷺ علی قبرین فقال اما انهما لیعذبان و ما یعذبان فی کبیر اما احد هما فکان یمشی باالنمیمة و اما الاٰخر فکان لا یستتر من بوله قال فدعا بعسیب رطب فشقه با ثنین ثم غرس علی هذا واحد اوعلی هذا واحد ثم قال لعلة ان ینفف عنهما مالم ییبسا﴾

(سنن ابو داؤد شریف ،مسلم شریف کتاب الطهارة)

ف۔ اس حدیث کے راوی سابق الذکر ہی ہیں۔ اس میں لفظ عسیب رطبا استعمال ہوا اس کا معنی بھی یہی کیا گیا ہے۔ کہ کھجور کی وہ ٹہنی جس کے پتے اتار لیے گئے ہوں۔

حدیث نمبر 5۔ **﴿عن ابن عباس قال مر النبی ﷺ بحائط من حیطان المدینة و**

مكة فسمع صوت الانسانين يعذبان في قبور هما فقال النبي يعذبان و ما يعذبان في كبير ثم قال بلى كان احد هم لا يستتر من نو له و كان الا خريمشي بالنميمة ثم دعا بجريدة فكسرها كسر تين موضع على كل قبر منهما كسرة فقيل له يار سول الله ﷺ لم فعلت هذا قال لعله ان يخفف عنهما مالم ييبسا ﴾

(ترمذی شریف کتاب الطهارة،بخاری شریف کتاب الوضو)

ترجمہ : حضرت ابن عباس سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ گذرے رسول اللہ ﷺ مکہ یا مدینہ کے باغوں میں سے کسی باغ میں دو آدمیوں کی آواز سنی کہ ان پر قبروں میں عذاب ہو رہا تھا حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات پر نہیں ہو رہا فرمایا ان میں ایک تو پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔ پھر کھجور کی ایک شاخ تر منگوا کر دو ٹکڑے کیے اور ہر قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایسا کیوں کیا فرمایا ان دونوں کے عذاب میں تخفیف رہے جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں۔

ف۔ حدیث مذکورہ کے راوی اور مفہوم پہلی حدیثوں کی طرح ہی ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ کی ایک اور شان کو واضح کیا گیا ہے۔ محبت کے لیے اسکا پڑھنا وسننا باعث تقویت ایمان ہے۔ پہلی احادیث میں نبی کریم ﷺ کی قوت بصارت کا ذکر تھا کہ حضور ﷺ نے قبر کے اندر کے انسانوں کو دیکھا ان کے عذاب کو دیکھا۔ اس حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ کی قوت سماعت کا ذکر ہے کہ حضور ﷺ نے قبر کے باہر سے قبر کے اندر پڑے انسانوں کے چیخنے کی آواز سن لی۔ کیا خبر وہ کب سے عذاب میں مبتلا تھے۔ اور چیخ رہے تھے کتنوں کا انکی قبروں پر سے گزر ہوا ہوگا۔ مگر قربان جائیں کملی والے کی قوت سماعت پر کہ عذاب کی وجہ سے انکے چیخنے کی آواز قبر سے باہر سن لی۔

فقیر کہتا ہے کہ جو نبی قبر کے اندر لیٹے انسانوں کی آواز قبر سے باہر سن سکتا ہے وہ نبی قبر میں لیٹ کر باہر کے امتیوں کے درود وسلام کی آواز کیسے نہیں سن سکتا۔ حالانکہ خود میرے کریم

آقا علیہ وسلم صلی اللہ نے صحابہ کرام کو جمعۃ المبارک کے دن درود سلام کثرت سے پڑھنے کا حکم دیا۔ اور کہا مجھ پر تمھارا درود و سلام پیش کیا جاتا ہے۔ پوری حدیث ملاحظہ ہو پڑھ کر عقیدے کی مضبوطی کا سامان پیدا کریں ۔

﴿عن ابی درد آقال قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم اکثر الصلوۃ علی یوم الجمعة فان مشهود یشهده الملائکة وان احدالم یصل علی الا عرضت علی صلو ته حتی یفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال ان اللّٰه حرم علی الارض ان تا کل اجسادالا نبیاء فنبی اللّٰه حی یرزق.﴾(ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت ابو دردا روای ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود و سلام پڑھا کرو کیونکہ یہ یوم شھود ہے۔ اس دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ اور وہ تمھارا درود و سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ اور ہم نے عرض کی یا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کیا وصال کے بعد بھی ؛فرمایا بے شک اللّٰہ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ بس اللّٰہ کا نبی زندہ ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔

اپنے دامن میں درودوں کے سوا کچھ بھی نہیں
لے کے محشر میں یہی حسن عمل جائیں گے
اپنے گھر روز درودوں کی سجاؤ محفل
دیکھتے دیکھتے حالات بدل جائیں گے

ہوش کے ناخن لو۔ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت چیونٹی کی سماعت سے بھی کم ہے۔ عہد سلیمان میں لشکر سلیمان کی آمد پر اُن کے چلنے کی آواز کو چیونٹی نے کافی دور سے سن کر باقی چیونٹیوں سے کہا کہ اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ کہ کہیں روندی نہ جاؤ۔

اگر غلام مصطفیٰ مراد رسول حضرت عمر فاروق کی آواز ساریہ مدینے پاک سے ملک

فارس کے علاقہ ھمدان میں سن سکتا ہے تو نبی کریم ﷺ کی قوت سماعت کا عالم کیا ہوگا۔

چاہیں تو اشاروں سے اپنی کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی

یہ شان ہے خدمت گاروں کی سردار عالم کیا ہوگا

حدیث نمبر۶۔ ﴿عن عباس قال مر رسول اللّٰہ ﷺ بقبرین جدید ین فقال انهمالیعذبان وما یعذبان فی کبیرا ما.﴾ (سنن ابن ماجه کتاب الطهارة)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ کا گذر ہوا دونئ قبروں پر سے اور فرمایا ان دونوں پر عذاب ہورہا ہے۔

ف۔اس حدیث مبارکہ کے باقی الفاظ وعبارت پہلے ہی کی طرح ہیں۔صرف ''بقبرین جدیدین'' استعمال ہوا جسکا مطلب ہے نئ قبریں یعنی پتہ چلا کہ پیشاب کے چھینٹوں سے عدم حفاظت اور چغلخوری ایسے گناہ ہیں۔کہ قبر میں جاتے ہی جلد ان کا عذاب شروع ہو جاتا ہے۔دوسرا ہر حدیث میں لفظ ''یعذبان'' مضارع کا استعمال ہوا جو حال و مستقبل دونوں پر دلالت کرتا ہے۔معلوم ہوا کہ ان کو تا قیامت عذاب ہوتا رہے گا لہذا نبی کریم ﷺ نے عملاً ترٹہنیاں رکھ کر بتا دیا کہ اگر ایسا کرتے رہو گے تو عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔یہ الفاظ اس بات کی بھی غمازی کرتے ہیں کہ ہمیں قبروں پر بار بار پھول اور سبزہ ڈالتے رہنا چاہیے تا کہ انکی تسبیح سے عذاب میں کمی واقع ہوتی رہے۔

حدیث نمبر۷۔ابن عساکر نے حماد بن سلمہ کی سند سے روایت کی ہے کہ ابو برزہ اسلمی ؓ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔کہ حضور ﷺ ایک قبر پر سے گزرے قبر والے پر عذاب ہورہا تھا تو آپ ﷺ نے ایک ٹہنی اس پر لگادی اور فرمایا کہ شاید اس کے عذاب میں کمی ہو۔

(شرح الصدور)

ف۔اس حدیث پاک میں اور دوسری احادیث مبارکہ میں ایک فرق بیان ہوا کہ ان احادیث

مبارکہ میں دو قبروں کا ذکر تھا اس حدیث پاک میں صرف ایک قبر کا ذکر ہے مفہوم البتہ سب کا ایک ہی ہے۔اب ان احادیث سے علماء کرام نے جو مسائل اخذ کیے یا جن فقہاء کرام اور علماء کرام نے بحث کی ہے اس کو پیش کرتا ہوں تا کہ قبروں پر پھول چڑھانے کی بات واضح طور پر بیان ہو سکے۔

تفسیر نعیمی جلد اوّل میں سورۃ بقرۃ کی آیت نمبر ۸۳ ''﴿ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فھی کا لحجارۃ﴾ کے تحت فوائد لکھتے ہوئے مفتی احمد یار خاں نعیمی رقم طراز ہیں۔کہ قرآن مجید میں ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے مگر ہم نہیں سمجھتے جب کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿کل قد علم صلوتہ و تسبیحہ﴾ (النور) پھر فرماتے ہیں کہ انسانوں کی طرح پتھر اور جانور بھی مختلف درجے رکھتے ہیں۔اگر چہ ہر مخلوق تسبیح پڑھتی ہے مگر سبزہ کی تسبیح سے عذاب قبر میں کمی ہوتی ہے نہ کہ پتھر کی تسبیح سے جیسے کہ مسلمان کا قرآن مجید پڑھنا باعث ثواب ہے کافر کا نہیں''

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

﴿وقد قیل ان المعنی فیہ انہ یسبح مادام رطبا فیحصل التخفیف ببرکۃ التسبیح وعلی ھذا فیطرد فی کل فافیہ رطوبۃ من الاشجار وغیرھا وکذالک فیما فیہ ببرکۃ کا لذکر وتلاوۃ القرآن من باب الاولی وقدتاسی بریدۃ بن الخصیب الصحابی بذلک فاوصیٰ ان توضع علی قبرہٖ جریدتان کما سیاتی فی الجنائز من ھذا الکتاب و ھو اولی ان یتبع من غیرہ﴾

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۱)

ترجمہ: اور کہا گیا کہ عذاب کی کمی کا باعث کھجور کی شاخ کی تری ہے جب تک تر رہے گی تو تسبیح کرے گی اور تسبیح کی برکت سے عذاب میں کمی واقع ہو گی۔اور اسی بنا پر یہ برکت ہر اس

درخت اور ہر اس چیز کو عام ہو گی جس میں تری ہو گی۔ اسی طرح ہر متبرک چیز میں اور ذکر اور تلاوت قرآن میں یہ برکت بدرجہ اولیٰ ہو گی۔ اور حضرت بریدۃ بن الحضیب صحابیؓ نے اس کی پیروی کی اور وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو کھجور کی شاخیں رکھی جائیں۔ اس کا بیان اسی کتاب کے کتاب الجنائز میں آئے گا حضرت بریدہ کی پیروی اعلیٰ ہے باعتبار دوسروں کے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں

﴿ قوله لعله ان يخفف عنها اى لعله يخفف، ذلک من نا حية التبرک با ثر النبى ﷺ و دعائه با لتخفيف ذلک عنهما فكان عليه اسلام جعل مدة بقاء النداوة فيهما حد الما و قعت المسالة من تخفيف العذاب عنها و ليس ذلک من اجل ان فى الطرطب معنى ليس فى اليابس قاله الخطابى وقال النووى قال العلماء وهو محمول على انه عليه السلام سأل الشفاعة لهما فاجيبت بشفاعته بالتخفيف عنهما الى ان ييبسا وقيل ليحتصل انه ﷺ يدعوا لهما تلک المدة وقيل لكونهما سبحان مادامتا رطبتين وليس لليابس تسبيح قالوا فى قوله تعالى (وان من شئى الا يسبح بحمده) معناه وان من شئى حى ثم حياة كل شئى بحسبه فحياه الخشبة مالم تيبس وحياة الحجر مالم يقطع ﴾

(شرح بخاری از عینی)

ترجمہ : اس کے متعلق یعنی تخفیف عذاب کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ علامہ خطابی کہتے ہیں۔ کہ تخفیف عذاب کی بوجہ برکت نبی کریم ﷺ و دعا تخفیف ہے۔ کہ حضور ﷺ نے جریدہ کی تری کا باقی رہنا تخفیف عذاب کی حد قرار دیا اور اسکی وجہ یہ نہیں کہ تر لکڑی میں کوئی ایسی خوبی ہے جو خشک میں نہیں علامہ نووی فرماتے ہیں کہ علماء کرام نے کہا ہے کہ یہ اس بات پر محمول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے جب تک وہ دونوں لکڑیاں خشک نہ ہوں ان دونوں کے تخفیف عذاب کی دعا

وسفارش فرمائی۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ احتمال یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ اس مدت تک ان دونوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ تخفیف عذاب اس وجہ سے ہو کہ جب تک وہ دونوں تر رہیں رب تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں اور اس سے تخفیف عذاب ہوتی ہے۔اور خشک لکڑی تسبیح نہیں کرتی علماء نے ﴿و ان من شی الا یسبح بحمد﴾ کے معنی میں کہا ہے کہ کوئی زندہ چیز ایسی نہیں ہوتی جو تسبیح نہ کرتی ہو۔پھر ہر چیز کی حیات اس کے مطابق ہوتی ہے لکڑی کی حیات عدم خشکی پر ہے اور پتھر کی حیات اس وقت تک ہے جب تک کاٹا نہ جائے۔

علامہ امام قسطلانی فرماتے ہیں

﴿او ان المعنی فیہ ان یسبح مادام رطبا فیحصل التخفیف ببرکۃالتسبیح وحینئذ فیطر د فی کل مافیہ رطوبۃ من الریاحین و البقول وغیر ھما ولیس للیا بس تسبیح قال تعالیٰ ” ان من شی الا یسبح بحمدہ “ ای شی حی و حیاۃ کل شی بجنسہ فا لخشب مالم ییبس والحجر مالم یقطع من معدنہ .﴾(ارشاد الساری شرح صحیح بخاری)

ترجمہ : یعنی اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک وہ شاخ سرسبز رہے گی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرے گی تو برکت تسبیح سے عذاب میں تخفیف ہوگی اور یہ حکم ہر تری والی چیز کے لئے عام ہوگا چاہے خوشبو ہو یا سبزی وغیرہ اور خشک چیز تسبیح نہیں کرتی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ” وان من شی “اس کا معنی یہ ہے کہ جس چیز میں زندگی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور زندگی ہر چیز کی اس کے مناسب ہوتی ہے ۔اور لکڑی کی زندگی اس کی تری تک اور خشک نہ ہونے تک ہے۔اور پتھر کی تری اس وقت تک ہے کہ وہ اپنی کان سے جدا نہ ہو جائے۔

امام جلا الدین سیوطی رقمطراز ہیں کہ علامی خطابی فرماتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ان دونوں کی قبروں پر شاخ رکھنا اس بات پر محمول ہے کہ ہر چیز اپنی حالت اصلی تک تسبیح الٰہی کرتی

ہے جب تک وہ خشک نہ ہو یا کاٹ نہ دی جائے۔

علامہ مزید فرماتے ہیں ﴿ **هذا الحديث اصل فى غرس المومن الا شجار عند القبور** ﴾ کہ یہ حدیث مومنوں کی قبروں کے پاس درخت لگانے کی اصل ہے آگے حضرت قتادہ کی روایت کردہ حدیث نقل کی اور ابو برزہ والی حدیث بھی نقل کی جس میں انہوں نے اپنی قبر پر دو شاخیں رکھنے کی نصیحت کی تھی۔ (شرح الصدور)

علامہ خطابی نے اسی سے فائدہ اخذ کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ ﴿ **فاذا خفف عنها تسبيح الجريد فكيف بقراة امومن القرآن** ﴾ کہ جب شاخوں کی تسبیح کی وجہ سے ان دو مردوں کے عذاب میں تخفیف کی گئی تو مومن کی تلاوت قرآن مجید سے کس قدر تخفیف ہوگی علامہ ابن حجر مکی نے اپنے فتاویٰ حدیثیہ میں اس حدیث بخاری پر سوال و جواب قائم کر کے بڑی شرح و بسط کے ساتھ بحث کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں۔

﴿ **وبما قررته يعلم ان ان يسن لكل احد اتبا عاله ﷺ فان الا صل فى افعاله ﷺ التاسى الا مادل دليل على الخصوصية ولا دليل ههنا فندب التاسى به ﷺ فى ذلك** ﴾ (فتاویٰ حدیثیہ)

اور جو کچھ میں نے تحقیق و تقریر کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے لئے مسنون ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی اتباع میں قبر پر تر شاخ خرما رکھے اس لئے کہ اصل حضور ﷺ کے افعال میں اقتداء کرنا ہے ہاں جب کوئی دلیل خصوصیت کی ہو تو پھر مخصوص ہوگا۔ اس جگہ تو کوئی دلیل تخصیص نہیں اس لئے یہاں حضور اکرم ﷺ کی اقتداء ہی کرنا مستحسن ہوگا۔

علامہ طحطاوی اس حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

درخت کی شاخ کے معنی میں ہر وہ چیز داخل ہے جس میں کسی بھی درخت کی رطوبت ہو مشکوۃ شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ ہمارے بعض متاخرین آئمہ نے فتویٰ دیا ہے کہ پھولوں اور

درخت کی شاخوں کو قبروں پر جو رکھنے کا معمول ہے وہ اسی حدیث کی وجہ سے سنت ہے۔

(حاشیہ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح)

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں۔

﴿وجری عرف الناس فی بعض البلاد یسط الخوص علی قبور الموتی فلعله استنانا بهذ الحدیث (الی قوله) وا وصی بریدة اسلمی ان یجعل علی قبره جرید تان فلعله تیمنا هذا الحدیث و فعله صلی اللہ علیہ وسلم﴾

(اکمال المعلم ج2)

ترجمہ: بعض شہروں میں یہ عرف ہے کہ قبروں پر کھجور کے پتے رکھے جاتے ہیں ان کا یہ عمل اس حدیث کی بنا پر ہے اور حضرت بریدۃ اسلمیؓ نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں انکا یہ عمل نبی کریم ﷺ کے فعل اور اس حدیث کی اتباع پر مبنی ہے۔ اتنی تفصیلی گفتگو اور بحث سے علماء کرام نے تین مسائل اخذ فرمائے۔

اول یہ کہ قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت مستحب و مستطاب ہے جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول میں علامہ بدرالدین عینی نے شرح بخاری جلد اول میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے شرح الصدور۔ علامہ سید مرتضٰی زبیدی نے شرح احیا العلوم جلد 10 میں علامہ نووی نے شرح مہذب میں اسی حدیث بخاریؒ جریدہ علی القبر کو سامنے رکھتے ہوئے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ اگر ایک شاخ تر کی تسبیح مردہ کو نافع اور تخفیف عذاب کا سبب ہوسکتی ہے تو قرآن پاک کی تلاوت بدرجہ اولیٰ تخفیف عذاب کا باعث ہوسکتی ہے۔

دوسرا مسئلہ جو حدیث مذکورہ بالا سے علماء نے اخذ فرمایا وہ یہ ہے کہ نباتات جس وقت تک سرسبز رہتی ہیں خدا کی تسبیح کرتی ہیں اور اس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ خود حدیث کے الفاظ اس پر دال ہیں۔

﴿قال لعله ان یحفف عنها مالم ییبسا ﴾

نکتہ محبت!

علماء کی کثیر تعداد نے ان شاخوں کی تری اور سبزی کو خصوصیت دی کہ جب تک یہ سر سبز وشاداب رہیں گی وہ تسبیح پڑھتی رہیں گی لہذا انکی تسبیح تخفیف عذاب کا سبب ہوگی اور سب لوگ جانتے ہیں کہ کسی شاخ میں ہمیشہ تری اور سبزی اس سے مشروط ہے کہ وہ شاخ اپنی اصل یعنی درخت کے ساتھ قائم رہے جونہی وہ شاخ درخت سے جدا ہوئی اسکی تری آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی ہے لیکن فقیر وناچیز کا کچھ اپنا ہی ذوق ہے میں سوچتا ہوں بلکہ یہ عقیدہ وایمان رکھتا ہوں کہ جس نبی کریم ﷺ کے ہاتھ کے کمالات عالیہ میں اتنا کچھ ہو کہ جس بیمار شخص پر ہاتھ پھیر دیں اسے شفا کامل حاصل ہو جائے۔ جس شخص کو مس کر دیں تا حیات خوشبو سے معطر رہے سخت سردی میں صحابی کے جسم پر ہاتھ پھیر کر روانہ کریں وہ راستہ میں سردی محسوس نہ کرے پاگل جانوروں پر ہاتھ پھیریں تو وہ درست ہو جائے۔ ام معبد کی بکری کو ہاتھ لگائیں تو خشک تھنوں میں دودھ آ جائے آپ کے ہاتھوں مین بے زبانوں کو بھی زبان مل جائے اور بولنے کا شعور حاصل ہو جائے حضرت قتادہ کو رات دیر تک مجلس میں بیٹھنے کے بعد جب اندھیری رات اور بارش کے ماحول میں گھر جانے لگتے ہیں تو اندھیرا آڑے آنے لگتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ اسی دست اقدس سے کھجور کی ٹہنی عطا فرمائیں تو وہ ان کے لئے روشنی کا مینار بن جائے اگر عکاشہ کو جنگ بدر میں سوکھی لکڑی عنائیت فرمائیں تو وہ تلوار بن جائے جس کپڑے کو پکڑ لیں اور ہاتھ صاف کر لیں اسے حیات جاودانی ایسی ملے کہ آگ جلانے سے قاصر رہے۔ ام معبدؓ کی خالہ زاد بہن ہند کے گھر حضور ﷺ اپنے ہاتھوں کا فقط دھون خشک درخت کی جڑ میں ڈالیں تو وہ سر سبز وشاداب درخت بن جائے۔ تو کیا بعید ہے کہ یہی سراپا معجزہ نبی کریم ﷺ اپنے دست معجز نما سے مردوں کی قبر پر شاخ تر خرما

رکھیں تو وہ کبھی بھی خشک نہ ہوں اور ان گناہ گار مردوں کے لئے تخفیف عذاب کا سبب بن جائے۔
(راقم الحروف)

''انور شاہ کشمیری نے بھی تو یہی تحریر کیا ہے کہ عذاب میں تخفیف کا سبب اس شاخ کی تسبیح نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ کی برکت ہے۔''

تیسرا مسئلہ جو علماء کرام نے اس حدیث سے استنباط فرمایا ہے اور یہی ہماری تفصیل و تحقیق و تحریر کا لب لباب ہے کہ قبور پر پھول وغیرہ رکھنا جائز ہے۔

علامہ امام قسطلانی نے شرح بخاری میں تحریر کیا ہے اس عبارت کو تفصیلاً ہم پہلے درج کر آئے ہیں آخر الفاظ دوبارہ برائے مطالعہ درج کر رہا ہو ﴿ **و حینئذ فیطر د فی کل مافیه رطوبة من الریاحین و البقول وغیر ها** ﴾

ترجمہ: اس وقت ہر اس چیز کو جس میں تری ہے عام ہوگی گھاس ہو یا پھول وغیرہ
(ارشاد السار ی شرح صحیح بخاری)

علامہ ملا علی قاری بھی مرقاۃ میں خطابی کے انکار کے رد میں رقمطراز ہیں کہ علامہ ابن حجر مکی نے بھی خطابی کے انکار کا رد کیا اور فرمایا یہ حدیث اس کی زبردست دلیل ہے۔ پھر تحریر فرماتے ہیں۔

﴿ **ومن ثم افتیٰ بعض لا ئمة من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الحریحان و الجرید سنة لهذ الحدیث** ﴾ (مرقات شرح مشکوۃ ج۔1)

ترجمہ: کہ اسی وجہ سے بعض علما متاخرین نے بھی یہ فتویٰ دیا ہے کہ لوگوں میں جو مروج ہے کہ خوشبودار پھول اور کھجور کی شاخ قبر پر رکھا کرتے ہیں وہ اسی حدیث سے سنت ہے۔

اقوال فقہا کرام

فقہا کرام نے قبر پر کھجور کی تر شاخ رکھنے والی حدیث سے جو مسائل مستنبط کیے ہیں ان میں سے دو قابل ذکر وفکر ہیں ایک قبور پر پھول چڑھانا جائز قرار دیا۔ دوسرا قبرستان میں سے درخت اور ہری گھاس کا کاٹنا بغیر شرعی عذر کے ممنوع قرار دیا ہے۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ نباتات جس وقت تک سبز رہتی ہیں خدا کی تسبیح کرتی ہیں اور اس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے ۔اس لئے قبرستان سے سبز گھاس کا اکھاڑنا کاٹنا ممنوع ومکروہ ہے فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

﴿ ویکرہ قطع الحشیش الرطب من المقبرۃ فان کان یا بسالا باس به لا نه مادام رطبا یسبح فیئو نس المیت و عن هذا قالو الا یستحب قطع الحشیش الرطب من غیر الحاجة﴾ (فتاویٰ قاضی خان)

ترجمہ : یعنی قبرستان سے تر گھاس کا کاٹنا مکروہ ہے اگر خشک گھاس ہو تو اسے کاٹنے میں حرج نہیں کیونکہ جب تک گھاس تر رہتی ہے وہ خدا کی تسبیح کرتی ہے اور مردہ کو انس حاصل ہوتا ہے اس لئے علماء نے کہا کہ ضرورت کے بغیر تر گھاس کاٹنا مناسب نہیں ہے۔

فتاویٰ بزازیہ کتاب الکراہیۃ میں ہے۔

﴿قطع الحشیش من المقابر یکرہ لانه یسبح و یند فع به العذاب من المیت وعلی هذا لا یکرہ من مقابر الکفار و قطع الیابس وبه و ر د الحدیث الصحیح﴾ (فتاویٰ بزازیہ)

ترجمہ :یعنی قبرستان میں سے گھاس کاٹنا مکروہ ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور مردے سے عذاب دور ہوتا ہے اسی بنا پر کفار کے قبرستان سے گھاس کاٹنا اور مسلمانوں کے قبرستان سے خشک گھاس کاٹنا مکروہ نہیں ہے۔

فتاویٰ قاضی خان کے حوالہ سے فتاویٰ عالمگیری میں ہے

﴿ ویکرہ قطع الحطب و الحشیش من المقبزۃ فان کان یا بسا لا باس به کذا فی فتاویٰ قاضی خان ﴾ (فتاویٰ عالمگیری)

ترجمہ : تر گھاس کا قبر سے کاٹنا مکروہ ہے۔ اگر خشک ہے تو حرج نہیں ہے۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں

﴿ یکرہ ایضا قطع النبات الرطب و الحشیش من المقبرۃ دون الیابس کما فی البحر والدرر و شرح المنیة علله فی الا مداد بانه مادام رطبا یسبح الله فیئو نس المیت و تنزل بهذه الرحمة اهو نحوه فی الحانیة ﴾

(ردالمختار ج اص 846)

ترجمہ : یعنی تر گھاس اور سبزہ کا مقبرہ سے کاٹنا مکروہ ہے نہ کہ خشک کا جیسا کہ بحر الرائق اور درر اور شرح منیہ میں ہے اور اسکی علت امداد الفتاح میں بیان کی گئی ہے کہ گھاس جب تک تر رہتی ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر کی وجہ سے رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے اس کے مثل فتاویٰ خانیہ میں بھی درج ہے۔

درج بالا عبارات فقہا سے معلوم ہوا کہ قبرستان سے تر گھاس اور ہرے درخت بغیر ضرورت کے نہ کاٹے جائیں کہ ان کی تسبیح سے میت کو فائدہ اور اسکی روح کو فرحت و تسکین حاصل ہوتی ہے۔

دوسرا مسئلہ فقہائے نے اس سے یہ استنباط کیا ہے کہ قبور مومنین پر پھول چڑھانا جائز ہے۔

جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد دوئم میں تحریر فرمایا ہے۔ ﴿ من وضع الریحان و الجر ید سنة هذا الحدیث ﴾

کہ خوشبودار پھول اور شاخ قبر پر رکھنا اس حدیث سے سنت ٹھہرا امام شہاب الدین احمد قسطلانی

فرماتے ہیں۔

﴿من الرياحين و البقول وغير ها﴾

کہ پھول اور سبزہ رکھنا جائز ہے۔ (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری)

ملا نظام الدین حنفی فرماتے ہیں

﴿وضع الورد و الرياحين على القبور حسن﴾ (فتاویٰ عالمگیری)

گلاب کا خوشبودار پھول قبر پر رکھنا بہتر ہے۔

﴿فی كنزه العباد وفتاوىٰ غرائب و ضع الورد الرياحين على القبور حسن لانه مادام رطبا يسبح و يكون للميت تسبيحه انس﴾ (تصحیح المسائل)

یعنی کنزہ العباد اور فتاویٰ غرائب وغیرہ میں ہے کہ گلاب کا پھول اور دوسرے پھولوں کا قبر پر رکھنا احسن ہے اس لئے کہ وہ جب تک تر و تازہ ہے خدا کی تسبیح کرتا ہے اور اس سے مردے کا جی بہلتا ہے۔

اسی روایت کو اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان بریلویؒ نے بھی فتاویٰ ہندیہ میں بھی نقل کیا ہے۔

مولوی اشرفعلی تھانوی نے بھی اپنی کتاب التکشف میں اس حدیث ''شاخ پر قبر'' سے اخذ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ف۔ درخت نشاندن برائے تسبیح'' بعض لوگوں کی درخت لگانے سے یہ نیت ہوتی ہے کہ اس کے ذکر و تسبیح سے میت کو نفع و انس ہوگا اس حدیث سے اسکی اصل نکلتی ہے۔

علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی نے فرمایا ہے۔

کہ ہمارے بعض متاخرین اصحاب نے اس حدیث کی رو سے فتویٰ دیا ہے کہ خوشبودار پھول قبروں پر ڈالنا سنت ہے۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں

﴿ وتمسك كنند ایں جماعة بایں حدیث در انداختن سبزہ و گل رابر قبور﴾ (اشعۃ اللمعات ج۔1)

اس حدیث سے ایک جماعت دلیل پکڑتی ہے کہ قبروں پر سبزہ پھول اور ریحان ڈالنا جائز ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی تحریر فرمایا

فتاویٰ ہندیہ میں مطالب المومنین سے نقل کیا ہے کہ قبروں پر پھول ڈالنا جائز ہے اور اسکا استدلال اس حدیث سے لیا ہے۔ (فیض الباری شرح بخاری)

علامہ خطابی کے انکار کا رد علامہ حافظ شہاب الدین احمد بن علی عسقلانی شافعی نے بھی کی اور اسے فتح الباری میں تحریر کیا ہے۔ اور حضرت بریدہ کی سنت کو لوگوں کے اقوال و افعال پر ترجیح دی ہے۔

علامہ محمد شربینی شافعی لکھتے ہیں۔

﴿ ایضا و ضع الجرید الا خضر علی القبر و کذا الریحان و نحو ہ من الشی الرطب ﴾ (مغنی المحتاج)

قبر پر شاخ رکھنا سنت ہے اس طرح پھول اور ہر تر چیز رکھنا بھی سنت ہے۔

علامہ قاضی عیاض مالکی نے بھی اسکو اس حدیث سے اخذ کیا ہے ڈاکٹر وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں

﴿ قال الشا فعیة لا باس بتطییب القبر و قالو ایضا مع الحنابلة و الحنفیة و یندب ان یر ش القبر بما و یسن وضع الجرید الا خضر و الریحان و نحو ہ من الشی الرطب علی القبر ﴾ (الفقہ الاسلامی)

فقہا شافعیہ نے کہا ہے کہ قبر پر خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز فقہا شافعیہ

حنبلیہ اور حنفیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ قبر پر پانی کے چھینٹے ڈالنا مستحب ہے اور قبر پر سبز شاخ، پھول اور کسی تر چیز کو رکھنا سنت ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں۔

کہ پھول جب تک تروتازہ رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر کے میت کا دل بہلاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ اس بات سے اور حدیث شریف کے اتباع کے لحاظ سے اس کا قیاس بھی ہو گا جو ہمارے زمانے میں آس وغیرہ کی شاخیں رکھنے کا دستور ہے (ردالمختار ج۔ 1)

علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

پھول اور خوشبو کی چیز قبر پر رکھنا اس سے ماخوذ ہے کہ میت کے کفن میں کافور وغیرہ خوشبو کی چیزیں لگانا شرعاً ثابت ہے خوشبو کی چیز قبر پر رکھنے سے میت کو سرور حاصل ہوتا ہے۔

(فتاویٰ عزیزی)

الحمدلله علی احسانه و توفقیه ہم نے مذاہب اربعہ کے آئمہ اور فقہا و محدثین کی تصریحات سے یہ واضح کیا ہے کہ قبروں پر تر شاخ رکھنا اور پھول ڈالنا سنت بھی ہے اور میتوں کی روحوں کی تسکین کا باعث بھی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

شکوک وشبہات غیروں کا حصہ ہیں۔ وہ شکوک وشبہات ڈالتے بھی ہیں سوچتے بھی ہیں اور قوم کوشکوک وشبہات کی دلدل میں پھنسا کر حقائق سے دور لے جانے کی سعئی ناتمام بھی کرتے ہیں۔ یہاں قبروں پر پھول ڈالنے کو غیروں نے مان تو لیا مگر پھر بھی قوم کو ایک شک وشبہ میں ڈال دیا کہ دیکھیں جی پھول اور سبزہ کی تسبیح سے صرف گناہ گار مردے کو فائدہ ہوتا ہے۔ پس چاہیے یہ کہ مقربین وصالحین اور اولیاء کی قبور پر پھول نہیں ڈالنے چاہئیں کیونکہ وہ گناہ گار تو نہیں ہیں۔

جیسا کہ مولوی بشیر احمد عثمانی نے فتح الملہم میں لکھا ہے اور اسی طرح انور شاہ کشمیری نے اور شیخ بدر عالم میرٹھی نے بھی اس فعل کو عبث اور بدعت گردانا ہے اور مقربین وصالحین کی قبور پر پھول ڈالنا ناجائز قرار دیا ہے۔

اسی طرح مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اصلاح الرسوم میں لکھا ہے کہ پھول وغیرہ فاسقوں اور فاجروں کی قبور پر ڈالنا چاہیے نہ کہ اولیاء کی قبور پر کیونکہ ان کے مزاروں میں عذاب ہے ہی نہیں جس کی پھولوں وغیرہ سے تخفیف کی جائے۔

الحمدللہ اشرف علی تھانوی جیسے شخص نے اتنا تو تسلیم کیا کہ اولیا ومقربینِ خدا کی قبور میں عذاب نہیں دیا جاتا بلکہ وہ ﴿ولنحیینه حیاة طیبه﴾ کے مصداق ہوتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جو چیز گناہ گاروں کے عذاب کی تخفیف کا باعث ہوتی ہے وہی دوسری طرف مقربین خدا اور صالحین کے درجات کی بلندی کا سبب بھی ہوتی ہے۔ اسکی بہت سے مثالیں دی جاسکتی ہیں مگر ایک دو پر ہی اکتفا کرونگا۔ دیکھیں نماز جنازہ میں دعا جنازہ (دعا مغفرت) جو پڑھی جاتی ہے کیا اس میں مذکورہ زندہ، مردہ، حاضر، غائب، چھوٹے بڑے، مذکرو مونث کو صرف یہ سوچ کر گردانا جاتا ہے کہ یہ سب گناہ گار ہیں اور اسکی مغفرت کی دعا کی جارہی ہے نہیں بلکہ گناہ گار کے جنازہ پڑھتے ہوئے اسکے گناہوں کی تلافی اور تخفیف عذاب کی نیت

ہوتی اور یہی دعا ولی۔غوث۔قطب۔تابعی۔تبع تابعی۔صحابی ۔عالم صالح کے جنازے پر پڑھی جائے گی تو نیت یہ ہوگی کہ ان کے درجات کی بلندی ہو۔

اسی طرح مسجد میں سب حاضر ہوتے ہیں گناہ گار آئے گا تو گناہ معاف ہونگے صالح ۔متقی ولی آئے گا تو اسکے درجات بلند ہونگے حالانکہ دونوں کے آنے کا مقصد بھی ایک ہی ہے نماز پڑھنا۔

اسی طرح قبور پر پھول ڈالنا یکساں ہے فرق ایک ہے کہ عام بندہ مومن ومسلم کی قبر پر ڈالیں جائینگے تو انکی تسبیح سے اس کے عذاب میں کمی کا سبب ہوگا اور اگر کسی مقرب ولی کی قبر پر پھول ڈالے جائینگے تو ان کی تسبیح ان کے درجات کی بلندی کا سبب ہوگا۔دیکھے حضرت بریدہ اسلمٰی صحابی رسول ﷺ ہیں انکی قبر میں عذاب کا سوچا بھی نہیں جا سکتا پھر انہوں نے اپنی قبر پر شاخ رکھنے کی جو وصیت کی ہے وہ یہ واضح کررہی ہے کہ تر شاخ اور پھول کی تسبیح کا حقدار صرف عام بندہ مومن ہی نہیں بلکہ صحابی رسول ﷺ بھی ہوسکتا ہے کیونکہ اسکی تسبیح سے یہاں میت کو اور اس کی روح کو انس حاصل ہوگا وہاں یہ نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ پر عمل بھی ہوگا۔

ویسے بھی جہاں پھول کا رکھنا تخفیف عذاب۔بلندی درجات انسیت میت کا سبب ہے وہاں نزول رحمت باری تعالیٰ کا بھی سبب ہے اور رحمت خداوندی ہر شخص کو ہر وقت درکار ہے چاہے وہ کتنے ہی بلند مقام کو پہنچ جائے بلند مقام پر فائز شخص بھی رحمت باری تعالیٰ سے بے نیاز نہیں ہوسکتا تو معلوم ہوا اس سے ہر شخص کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

اور نہ ہی ہم اس کو مشائخ اور اولیاء کی قبور کے ساتھ مخصوص جانتے ہیں بلکہ خطہ پوٹھوہار میں اور دیگر کئی ایک مقام میں تو یہ رواج ہے کہ میت کے ساتھ پھول کی پتیاں لے جاتے ہیں اور میت کو دفن کرنے کے بعد نہ صرف اس میت کی قبر پر ہی وہ پھول پتیاں ڈالتے ہیں بلکہ اردگرد قبرستان میں جہاں تک ہوسکتا ہے ان پتیوں کو پہنچایا جاتا ہے اس طرح ہر قبر اور مردہ رحمت

خداوندی سے سرفراز ہوتا ہے کسی کے عذاب میں تخفیف تو کسی کے درجات میں بلندی ہوتی ہے۔

بلکہ یہاں پر یاد آیا کہ ہمارے علاقے میں ایک رواج ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد اسکی قبر پر اس نیت سے کانٹے دار درخت کی ٹہنیاں رکھی جاتی ہیں کہ قبر اور مردہ جنگلی درندوں سے محفوظ رہے اگر نیت میں تھوڑا سا یہ خیال بھی شامل کرلیا جائے کہ یہ سبز ٹہنیاں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بھی کرتی ہیں اور ان سے ہمارے مردے کو فائدہ ہوگا اور رحمت باری تعالیٰ بھی نازل ہوگی اور عذاب میں تخفیف بھی ہوگی۔تو کتنا اچھا ہوگا۔﴿ انماالا عمال بالنیات ﴾

علامہ بدر الدین عینی اور علامہ شامی و دیگر فقہا و محدثین نے حضرت بریدہ اسلمی کی وصیت والی روایت سے یہ اخذ کیا ہے کہ پھول اور تر شاخ صالحین و مقربین کی قبور پر بھی رکھی جا سکتی ہیں کیونکہ ایک صحابی رسول ﷺ سے بڑھ کر کون مقرب و صالح ہوسکتا ہے۔لہذا خواہ مخواہ اولیا و صلحا سے عناد اور مسلمانوں سے سوظن نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ عام مسلمانوں سے سوظن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور صالحین اولیا سے عناد درحقیقت اپنی بدعقیدگی کا اظہار کرنا ہے۔اور ویسے بھی عناد اولیا کی سزا کافی سخت ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔

﴿من عادلی ولیا فقداذ نته بالحرب﴾(مشکوٰۃ شریف)

(لمحہ فکریہ)

لمحہ فکریہ تو یہ ہے کہ جب ان حضرات کی دوغلی پالیسی اور دورخی بات تضاد کی صورت نظروں سے گزرتی ہے تو بندہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کہ آخر یہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ موقع ملے تو گیارہویں، میلاد اور محرم کے چاول حلوے کھا بھی لیتے ہیں۔ اور اپنے تیئں مخالفت بھی کرتے ہیں۔ جسطرح رب تعالیٰ نے پارہ اول سورۃ بقرہ میں نشاندہی کی ہے کہ جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم بھی تمھاری طرح ہیں۔ اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں۔ ہم تمھارے ساتھ ہیں یعنی مومنین کے ساتھ مذاق کیا ہے۔ اسی ایک مذاق کی جھلک یہاں لمحہ فکریہ کے طور پر پیش کر رہا ہوں ملاحظہ ہو۔ بارہا ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ یہ حضرات ہمیں کوستے نظر آتے ہیں کہ قبروں پر جانا حرام و بدعت و ناجائز ہے۔ قبور اولیاء پر چادر پھول چڑھانا بالکل ناجائز اور بدعت ہے بعض جہلا کی جہالت کی انتہا یہاں تک ہوتی ہے کہ قبور پر چادر اور پھول چڑھانے اور قبور پر حاضری دینے کو شرک کے فتووں سے نوازے ہیں۔

دیکھیں ہم کسی کا یوم وفات عرس شریف کے نام سے منائیں تو حرام و بدعت ہے۔ اور خود انہوں نے ۲۰۰۳ء میں مفتی محمود کا یوم وفات منایا پاکستانی اخبارات کی تحریرات اسکی شاہد ہیں۔ ہم قبور اولیاء پر حاضری دیں تو حرام و بدعت و ناجائز ٹھہرے۔ انہی مفتی محمود صاحب نے حضرت داتا گنج بخش کے مزار پاک پر حاضری دی پھولوں کی چادر چڑھائی اور حلوہ تقسیم کیا۔ جناب عبدالرحمٰن اشرفی اور عبدالقادر آزاد نے حضرت داتا گنج بخش کے مزار شریف پر حاضری دی مزار شریف کی رسم غسل میں شرکت کی اور غسالہ کے اس پانی کو تبرکاً اپنے منہ پر ڈالا۔

ہم اگر ایصال ثواب کی محافل سجائیں تو رشید احمد گنگوہی اور شیخ اشرف تھانوی کے فتووں نے ان رسوم سوئم۔ چہلم وغیرہ کو ہندواں کی رسوم قرار دیا۔ مگر انہی کے جانشین مفتی محمد شفیع دیوبندی کے فرزند جناب جسٹس تقی عثمانی نے گورنر ہاوس کراچی میں جنرل ضیاء الحق کے سوئم

میں نہ صرف شرکت کی بلکہ ایصال ثواب کر کے رقت انگیز دعا بھی کی جسکی تفصیلات بصورت تصویر وتحریر اخبارات میں شائع ہوئیں۔

جناب احترام الحق تھانوی نے مرتضٰی بھٹو کے دسویں میں شرکت کی اور فاتحہ خوانی بھی کی۔

احترام الحق تھانوی کے والد جناب احتشام الحق تھانوی نے اسماعیلی فرقہ کے پیشوا آغا خان کو نہ صرف محسن اسلام کہا بلکہ اس کے چہلم کے اجتماع میں قرآن خوانی کر کے ایصال ثواب بھی کیا اور دعا بھی کی۔

سفر نامہ لاہور و لکھنو مطبوعہ مکتبہ الاشرفیہ لاہور کی تحریر بھی قابل غور و فکر ہے کہ۔ جناب حضرت والد (تھانوی صاحب) موٹر پر سوار ہو کر خانقاہ حضرت داتا گنج بخش تشریف لائے بعد فراغت کے کہا کہ حضرت داتا صاحب بھی بہت بڑے شخص ہیں عجیب رعب ہے کہ وفات کے بعد بھی سلطنت کر رہے ہیں قابل افسوس بات تو یہ ہے کہ جب یہ نوازنے پہ آئیں غیروں پر مہربان ہو جاتے ہیں۔نوائے وقت ۱۱ مئی ۱۹۵۷ء میں یہ خبر چھپی کہ سعودی عرب کے امیر فیصل نے راج گھاٹ پر مہاتما گاندھی کی سمادھ پر پھول چڑھائے۔ بخوف طوالت گفتگو کو یہی سمیٹتا ہوں فقط بتانا یہ مقصود ہے کہ یہ سب، کچھ ہم کریں تو ناجائز، حرام، بدعت، شرک نہ جانے کیا کیا۔ اور یہی سب کچھ وہ کریں تو سب جائز ہے ارے لحہ فکر یہ ہے سوچو۔

اپنی گردن کاٹ لی قاتل نے اپنے وار سے
اپنے ہی فتووں سے واعظ آپ کافر ہو گیا

محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعظیم اور تعظیم مزارات

سنت ملائکہ و سنت صحابہ ہے

۳ ذیقعدہ بروز دوشنبہ بعد از نماز ظہر ۱۳۹۴ھ آپ نے فرمایا کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس فرشتے درود پاک پہنچاتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خود سماع نہیں فرماتے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خود سنتے تو پھر فرشتوں کے پہنچانے کی کیا ضرورت تھی اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث پاک ہی سے ثابت ہے کہ انسانوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صبح شام فرشتے لے جاتے ہیں اور ذات باری تعالیٰ تو سمیع بصیر ہے۔ اس ذات اقدس کو فرشتوں کے واسطے کی کیا

ضرورت ہے؟ خود سنتا ہے، دیکھتا ہے۔ اس کے باوجود فرشتوں کا حاضر ہوکر عرض کرنا کہ خدایا فلاں بن فلاں نے آج یہ اعمال کئے اس کی بھی ضرورت نہیں ہونا چاہئے۔

علاوہ ازیں مجالس ذکر میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، پھر بارگاہ رب العزت میں پیش ہوکر ذکر کرنے والوں کے حالات اور ان کی عبادات پیش کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام کی عبادات و ذکر وغیرہ دیکھتا سنتا جانتا ہے۔ فرشتوں کے مقرر فرمانے کی کیا ضرورت ہے؟

ازاں بعد فرمایا کہ دراصل یہ تمام فرشتوں کی عبادات ہیں ۔جو مختلف طور پر ان کے ذمہ ہیں ۔اعمال نامے لکھنے والون کی عبادت اعمال ناموں کا لکھنا مجالس ذکر میں حاضرہوکر بار گاہ رب العزت میں پیش ہونا انسانوں کی عبادات وحالات کا پہنچانا ان کی عبادت ہے ۔اسی طرح بار گاہ رسالت میں درود پاک پہنچانا ان کی عبادت ہے جو مشاغل فرشتوں کے ذمہ ہیں ان کو بجا لانا ان کی عبادات ہیں۔ محبوب کبریا علیہ الصلواۃ والسلام کی بار گاہ میں فرشتوں کا حاضر ہوتے رہنا شان محبوبیت کا اظہار ہے ۔فرمایا بعض لوگ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کا اسم گرامی لکھ کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لکھنے کی بجائے خالی صلعم لکھ دیکھتے ہیں یہ سراسر جہالت اور ثواب سے محرومی ہے ۔اسی طرح رب تبارک وتعالیٰ کا اسم ذات لکھ کر اس پر (جل یاج) لکھ دیتے ہیں ۔یہ بھی ناجائز ہے ۔بلکہ مکمل طور پر جل جلالہ لکھنا چاہئے ۔یہ باعث برکت و ذریعہ ثواب و نجات ہے ۔

فرمایا میں پہلے ڈھول بجانا درست نہیں کہتا تھا۔ مولوی صاحب حافظ سدیدالدین موجودہ سجادہ نشین مرولیانوالے کی شادی پر ہم گئے ۔وہاں خواب میں دیکھا کہ محبوب کبریا علیہ الصلواۃ والسلام اپنے امتیوں کو لے کر بہشت میں تشریف لے جارہے ہیں اور ساتھ ہی ڈھول بج رہا ہے ۔جب میں بیدار ہوا تو اسی مولوی صاحب کی شادی کا ڈھول بجوایا۔اس دن سے اس کے جواز کا قائل ہوں بلکہ عدم جواز کا قول کرنا صحیح نہیں ہے ۔

مزارات پر چراغ جلانا خوشبو چھڑکنا باعث ثواب ہے

فرمایا پہلے میں مزارات پر روشنی کرنے چراغ جلانے کو بھی ناجائز کہتا تھا بلکہ

روضہ شریف کے درباری صاحب کو روضہ شریف کے اندر چراغ جلانے سے میں جاکر روک دیتا تھا۔ وہ نہ مانتا چراغ جلا کر باہر نکلتا تو چراغ بجھ جاتا۔ یہ صورت دیکھ کر میں زیادہ سختی سے اسے روکنے لگا۔ حتیٰ کہ میرے حضرت صاحب قبلہ والد ماجد رحمتہ اللہ علیہ کو درباری صاحب نے عرض کر دی کہ محمد قمرالدین مجھے روضہ شریف میں چراغ جلانے سے منع کرتا ہے۔ میرے حضرت غریب نواز نے مجھے فرمایا کہ جو ممانعت قبروں پر روشنی کرنے کی وارد ہے وہ یہود و نصاریٰ اور بے دین لوگوں کی قبروں پر روشنی کرنے کیلئے ہے۔ اولیاء اللہ کے مزارات پر روشنی کرنا باعث برکت ہے۔ ان کیلئے ممانعت نہیں ہے۔ محدثین و فقہاء کرام نے اس کا جواز صراحتاً" لکھا ہے۔ شامی میں خصوصاً اس کا ذکر ہے کہ اولیاء کرام کی مزارات پر چراغ جلانا جائز و مستحب ہے۔ فرمایا مزارات کو چومنا صحابہ کرام کی سنت ہے۔ مستدرک حاکم ص ۵۱۵ جلد ۲' بدرالدین عینی ص ۶۰۷' ج ۴' مسند امام احمد ص ۴۲۲ ج ۵' پر تصریحاً روایات موجود ہیں کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی مزار پر انوار کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بوسہ دیتے تھے۔ راقم الحروف کو حکم دیا کہ مذکورہ کتابیں کتب خانہ سے نکال کر لاؤ۔ جب کتابیں لائی گئیں تو مستدرک حاکم کا صفحہ ۵۱۵ نکالنے کا حکم دیا اور فرمایا وہاں سے دیکھو اور مجھ سے زبانی سنو!

مندرجہ ذیل حدیث پاک زبانی پڑھ کر اس کا ترجمہ فرمایا۔ اس وقت نام نہاد تبلیغی جماعت کے تقریباً پچیس تیس آدمی موجود تھے جو حیران رہ گئے۔ ان میں سے ایک بوڑھا سفید ریش آدمی تو انگلی سے اشارہ بھی کرتا اور واہ واہ کہتا رہا۔ ان لوگوں پر بہت اثر ہوا۔

حدیث پاک یہ ہے:

حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا العباس بن محمد بن حاتم الدوری ثنا ابو عامر عبدالملك بن عمر العقدی ثنا کثیر بن زید عن داؤد بن ابی صالح قَالَ اَقْبَلَ مَرْوَانُ یَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا وَاضِعًا وَجْهَهُ عَلَى الْقَبْرِ فَاَخَذَ بِرَقَبَتِهٖ وَقَالَ اَتَدْرِیْ مَا تَصْنَعُ قَالَ نَعَمْ فَاَقْبَلَ عَلَیْهِ فَاِذَا هُوَ اَبُوْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیّ رضی اللہ تعالی عنه فَقَالَ جِئْتُ رَسُوْلَ اللہ صلی اللہ تعالی علیه و آله وسلم وَلَمْ آتِ الْحَجَرَ سَمِعْتُ رسولَ اللہ صلی اللہ تعالی علیه و آله وسلم یقول لَا تَبْكُوْا عَلَى الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَهُ اَهْلُهٗ ولکن ابْكُوْا عَلَیْهِ اِذَا وَلِیَهُ غَیْرُ اَهْلِهٖ هذا حدیث صحیح الاسناد و لم یخرجاه (مستدرك حاکم ج ٤ ص ٥١٥)۔

اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین محبت سے مزار بوسی کرتے تھے۔ اس سے روکنے والے کو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے نا اہل فرمایا اور محبوب کبریا علیہ الصلواۃ والسلام کا ارشاد اطہر بھی مروان کو سنا کر اسے نا اہل اور دین سے بے بہرہ اور ناواقف فرمایا بلکہ مزار بوسی سے روکنے کیوجہ سے دین پر رونا اور افسوس ظاہر کرنا فرمایا۔ تو مزار بوسی سے روکنے والے نالائق اور بے دین ثابت ہوئے۔

لا تبکوا علی الدین اذا ولیہ اھلہ ولکن ابکوا علیہ اذا ولیہ غیر اھلہ۔

نا اہل کے حاکم بننے سے دین اسلام پر رونے کا مطلب یہی ہے کہ نا اہل حاکم اپنی مسلمان رعیت کو دین پر عمل کرنے سے روکے گا جیسا کہ مروان نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو روکا۔

دل آزاری کے متعلق شیخ الاسلام کی رباعی

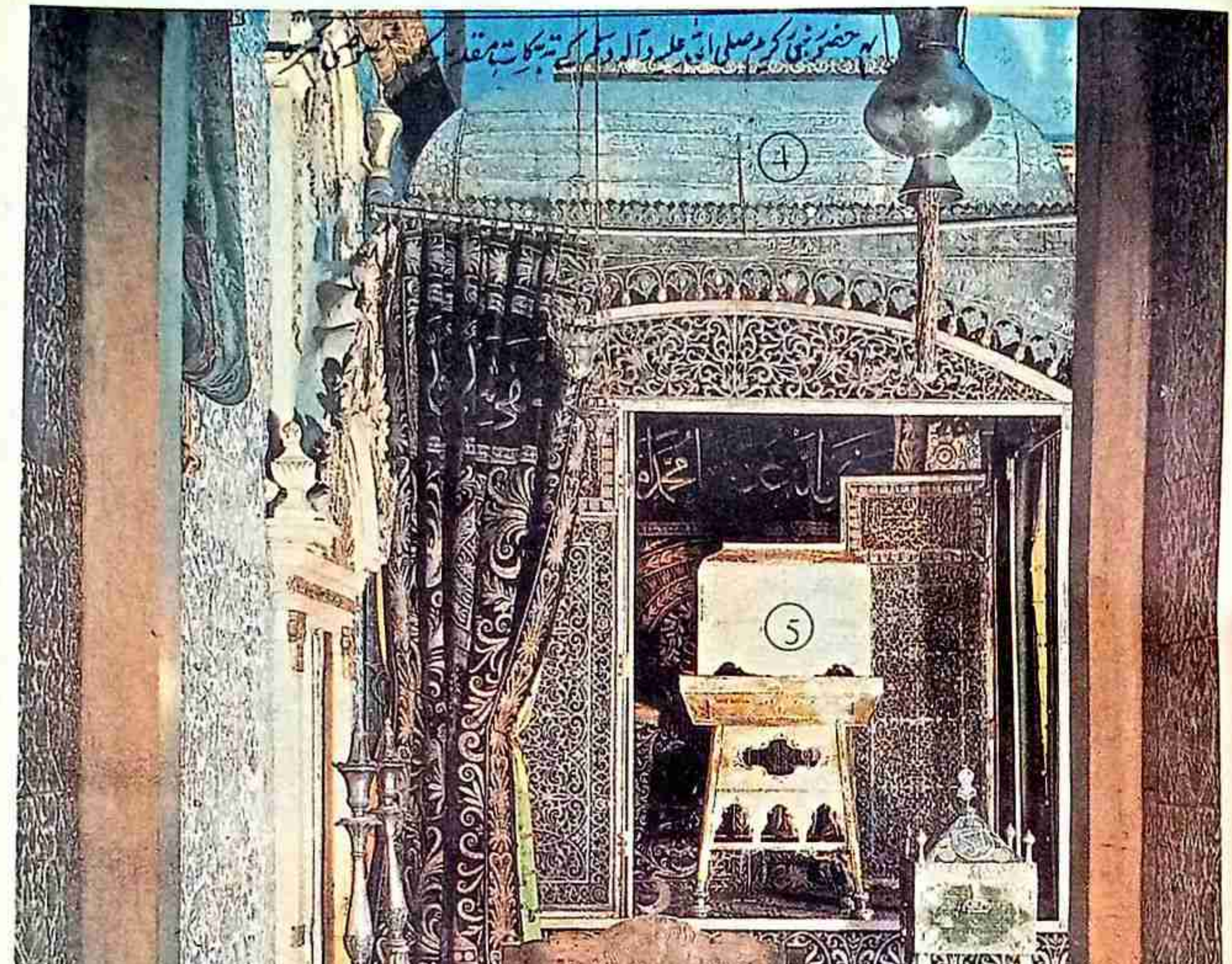
ایک رباعی حضرت قبلہ شیخ الاسلامؒ کی رقیمہ نقل کی جاتی ہے۔

هزار گنج ز نعمت هزار خوانِ کرم
هزار طاعت شبها هزار بیداری
هزار حج زکوة و هزار روزه و نماز
قبول نیست اگر خاطرے بیازاری

نعمتوں کے ہزار خزانے اور بخشش وسخاوت کے ہزار دستر خوان ہوں، ہزاروں عبادتیں جو راتوں میں کی جائیں ہزاروں بیداری میں دنوں کی عبادتیں ہوں، ہزار حج وزکوۃ اور ہزار ہی روزہ ونمازیں ادا کریں تو اگر کسی ایک دل کو تو رنجیدہ کرے گا تمام قبول نہیں ہیں۔

حیات خضر تصدق کنم بہ ہمتِ دوست   کہ ترکشش ہمہ دارد روا بہ سینۂ من

(حضرت خواجہ قمر الملت والدین سیالویؒ)



۵۔ سونے کے صندوق میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جُبّہ شریف

۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے والدِ گرامی کی طرف سے تحفے میں ملنے والی تلوار۔

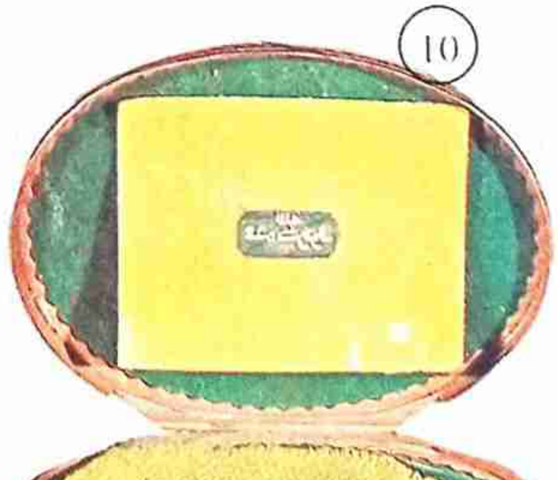
۷۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار "ذوالفقار" جو حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کو تحفے میں ملی۔

۸۔ لکڑی کی چھڑی جو کمان کے طور پر بھی استعمال ہوتی رہی۔

اس کمرے کے باہر اب بھی ہر وقت تلاوت ہوتی رہتی ہے



٩. جنگ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو دانت مبارک شہید ہوا تھا اسے اس خوبصورت سنہری بکس میں محفوظ کیا گیا ہے

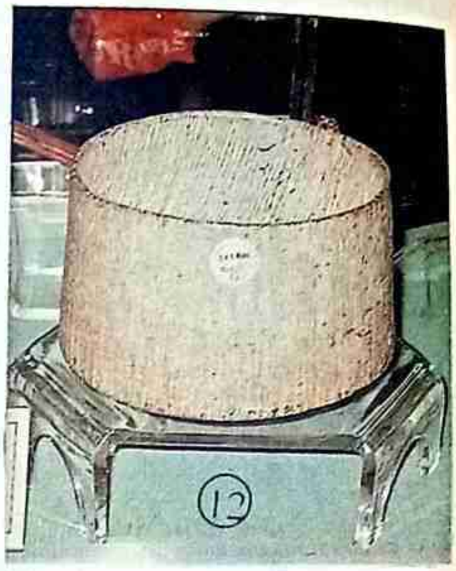


Seal of the Prophet Mohammed "Mührü Saadet"

١٠۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مُہر مبارک



١١۔ نقشِ پائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



۱۲۔ سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام کے زیرِ استعمال رہنے والا پتھر کا پیالہ جو ہزاروں سال کے بعد بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہے



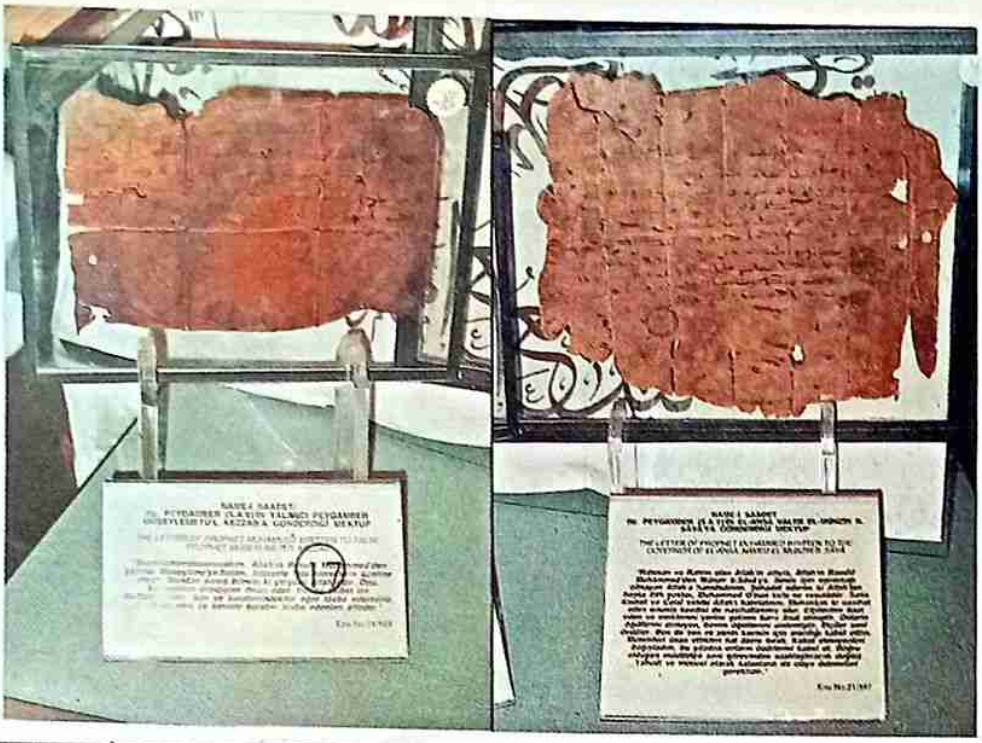
۱۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی پگڑی مبارک جس کی سفیدی اب تک قائم ہے ۔



۱۴۔ حجرِ اسود کا ۱۴ کلوگرام وزنی پرانا سنہری خول جو زیارت کے لئے اب یہاں رکھا ہوا ہے



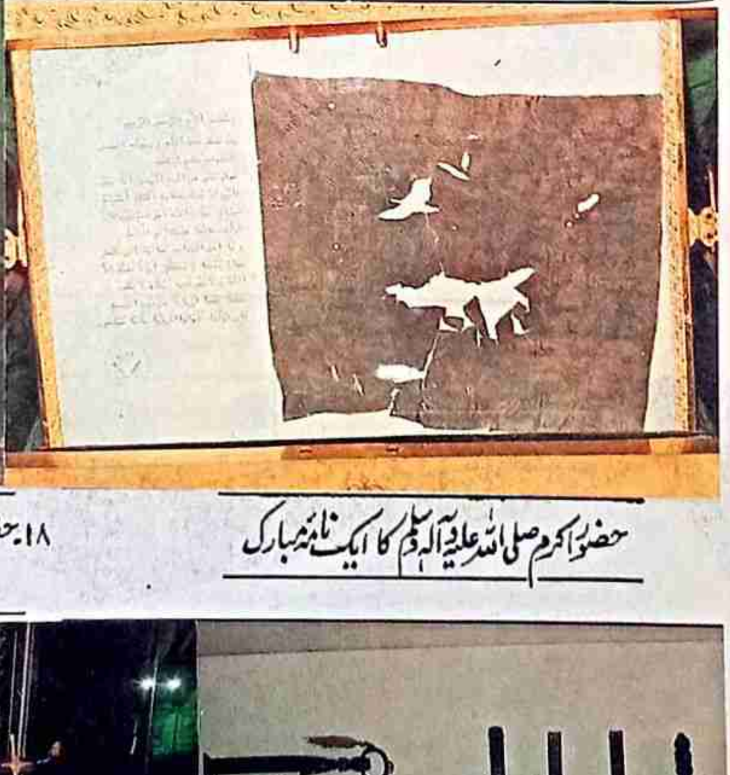
۱۶۔ قرآن حکیم کا وہ نسخہ جس کی تلاوت کرتے ہوئے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تھا ۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ خون کے دھبے ختم ہوئے تو حروف کو بھی ساتھ لے اڑے



۱۷۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطوط مبارک جو آپ نے مصر کے شاہ مقوقس، بحرین کے منذر بن ساوی اور مسیلمہ کذاب کو تحریر فرمائے۔
چمڑے پر لکھے ہوئے نامہ ہائے مبارک اب خستہ ہو چکے ہیں اس لئے شیشے کے فریموں میں محفوظ کر لیا گیا ہے۔



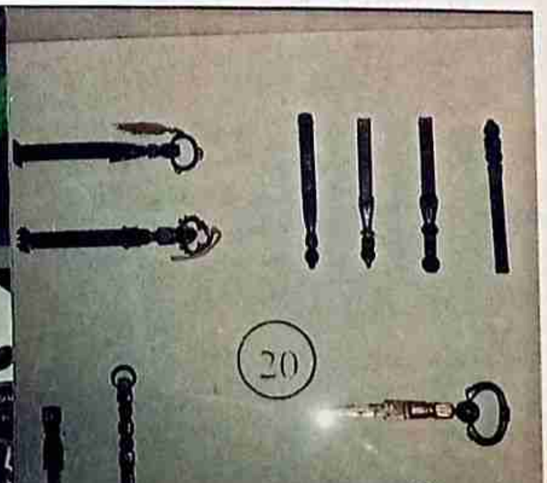
۱۸۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک کے کچھ بال شیشے کے مرتبانوں میں رکھے ہوئے ہیں



حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک نامۂ مبارک



۱۹۔ خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تلواریں



۲۰۔ خانہ کعبہ کی سونے اور چاندی سے بنی ہوئی چابیاں جن کی تعداد ۲۳ ہے مختلف شکلوں میں محفوظ ہیں

پیغام اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

پیارے بھائیو! تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو بھیڑ یئے تمہارے چاروں طرف ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں تمہیں فتنے میں ڈال دیں تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں ان سے بچو اور دور بھاگو دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فتنے ہوئے اور ان سب سے نئے گاندھوی ہوئے جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا یہ سب بھیڑ یئے ہیں تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں حضور سے صحابہ روشن ہوئے، ان سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے ان سے ہم روشن ہوئے اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو وہ نور یہ ہے کہ اللہ ورسول کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے خدا اور رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ (وصایا شریف ص ۳ از مولانا حسنین رضا)

یوں عشقِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میرا دم ساز ہوا ہے
لگتا ہے کہ اب عمرؓ کا آغاز ہوا ہے

عاشقوں صادقوں کیلئے

چیف آرگنائزر: بزمِ عشاق حضرت علامہ حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی (ایم اے اسلامیات)

کی جانب سے

عظیم تحائف

- اسمائے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
- عطائے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
- ادائے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
- تبسمِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
- آدابِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
- کلامِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
- اخلاقِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
- یادِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
- محبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
- گیسوئے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
- درِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم

- صحیفۂ عشق
- عقل و عشق
- عشق اور اہلِ عشق
- حقیقتِ انساں
- حقیقتِ عشق
- ذوقِ زماں
- خیالِ زماں

- کمالاتِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
- حیاتِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
- صورتِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
- سیرتِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
- فرمانِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
- معجزاتِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
- پیغامِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
- بزمِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
- محب اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
- عکسِ حسنِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
- تعظیم و توقیرِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم

تسلیم دفتر کتابت 635/47

منجانب: بزمِ عشاق ادارہ نجم الہدیٰ جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ پٹھان والا جھنگ روڈ فیصل آباد ۶۵۹۴۵۶